قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 25 فروری 2022ء | 23 رجب 1443 ہجری قمری | 25 تبلیغ 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:48

فرمانِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا وَقَدْ أَنْزَلَ مَعَهُ دَوَاءً، جَهِلَهُ مِنْكُمْ مَنْ جَهِلَهُ، وَعَلِمَهُ مِنْكُمْ مَنْ عَلِمَهُ۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 4267)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:۔

اللہ عزوجلّ نے جو بیماری بھی اتاری ہے، اس کی شفاء بھی اتاری ہے، جو جان لیتا ہے سو جان لیتا ہے اور جو ناواقف رہتا ہے سو ناواقف رہتا ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

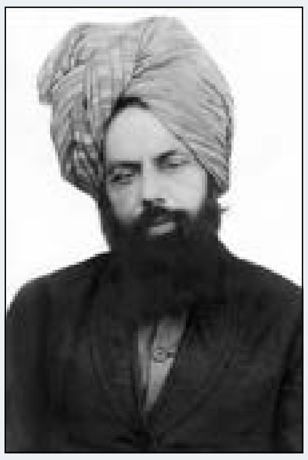

کوئی بیماری لاعلاج نہیں

ایک دفعہ مجھے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ میں دکھلائی گئیں جو طب جسمانی کے قواعد کلیّہ اور اصول علمیہ اور ستّہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر مشتمل اور متضمن تھیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بھی تھی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی تفسیر قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔ اور جب میں نے ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر جو طب جسمانی کی کتابیں تھیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 103)

میرا مذہب یہ ہے کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہر ایک بیماری کا علاج ہوسکتا ہے۔ جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے اس سے اسکی مراد یہ ہے کہ طبیب اسکے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سی بیماریوں کو اطباء اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے شفا پانے کے واسطے بیمار کیلئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اسکے ہاتھ میں سب شفا ہے۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس والے ایک ضعیف آدمی ہیں۔ ان کو مرض ذیابیطس بھی ہے اور ساتھ ہی کاربنکل نہایت خوف ناک شکل میں نمودار ہوا اور پھر عمر بھی بڑھاپے کی ہے۔ ڈاکٹروں نے نہایت گہرا چیر دیا اور ان کی حالت نہایت خطرناک ہوگئی یہاںتک کہ ان کی نسبت خطرہ کے اظہار کے خطوط آنے لگے۔ تب میں نے ان کے واسطے بہت دعا کی تو ایک روز اچانک ظہر کے وقت الہام ہوا ’’آثار زندگی‘‘۔ اس الہام کے بعد تھوڑی دیر میں مدراس سے تار آیا کہ اب سیٹھ صاحب موصوف کی حالت روبصحت ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 59 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝۸۱

(الشعراء:81)

ترجمہ: اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر مشورے ہیں اگر کوئی کسی عہدیدار سے یا کسی بھی شخص سے مشورہ کرتا ہے تو یہ بالکل ذاتی چیز ہے، ایک امانت ہے۔ تمہارے پاس ایک شخص مشورہ کے لئے آیا، تم نے اپنی عقل کے مطابق اسے مشورہ دیا تو تم نے امانت لوٹانے کا حق ادا کر دیا۔ اب تمہارا کوئی حق نہیں بنتا کہ اس مشورہ لینے والے کی بات آگے کسی اور سے کرو۔ اور اگر کرو گے تو یہ خیانت کے زمرے میں آجائے گی۔ عہدیداران کو بھی، کارکنان کو بھی اس حدیث کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔ سائل نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے ضائع ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جب نااہل لوگوں کو حکمران بنایا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(بخاری کتاب الرقاق باب رفع الامانۃ)

پھر طبرانی کبیر میں یہ روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں امانت نہیں، اس میں ایمان نہیں، جس کو عہد کا پاس نہ ہو اس میں دین نہیں، اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کسی بندے کا اس وقت تک دین درست نہ ہوگا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو۔ اور اس کی زبان درست نہ ہوگی جب تک اس کا دل درست نہ ہوگا۔ اور جو کوئی کسی ناجائز کمائی سے کوئی مال پائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی، اور اگر اس میں سے خیرات کرے گا تو قبول نہیں ہوگی اور جو اس میں سے بچ رہے گا وہ اسے دوزخ کی طرف لے جانے کا موجب ہوگا۔ بری چیز بری چیز کا کفارہ نہیں بن سکتی، البتہ اچھی چیز اچھی چیز کا کفارہ ہوتی ہے۔

(کنز العمال۔ جلد 2 صفحہ 51 حیدرآباد)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 اگست 2003ء)

اس شمارہ میں

- خلافت احمدیہ کے ساتھ عہد وفا (منظوم)
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- ارشاداتِ نور
- تیرہویں صدی کے مجدد

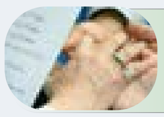

دربارِ خلافت

واقفینِ نَو اپنے تجدیدِ وقفِ نَو کے عہد کو نہ بھولیں، لکھ کر بھجوایا کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

نصاب کا پہلے ذکر آیا تھا۔ اگر جماعت کا بھی ایک نصاب بنا ہوا ہے، اور وہاں ایسا انتظام نہیں ہے کہ علیحدہ علیحدہ انتظام ہو سکے تو جو جماعتی نصاب ہے، اُسی میں وقفِ نَو بھی شامل ہو سکتے ہیں، پڑھیں۔تھوڑا بہت معمولی فرق ہے۔ آپس میں دونوں کی کوآرڈی نیشن (Co-ordination) اگر ہو جائے تو اطفال کی عمر کے اطفال کا نصاب پڑھ سکتے ہیں، خدام کی عمر کا وہ پڑھ سکتے ہیں، لجنہ والی لجنہ کا پڑھ سکتی ہیں یا نصاب آپس میں سمویا جاسکتا ہے۔ جب جماعتی نظام کے تحت سیکرٹری تربیت اور سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری وقفِ نَو جماعتی شعبہ کے تحت ہی کام کر رہے ہیں تو امراء اور صدران کا کام ہے کہ ان کو اکٹھا کر کے ایسا معین لائحہ عمل بنائیں کہ یہ نصاب بہرحال پڑھا جائے۔ خاص طور پر واقفینِ نَو کو اس میں ضرور شامل کیا جائے۔ پھر یہ جو وقفِ نَو کا نصاب ہے اُس کو مختلف ممالک اپنی زبانوں میں بھی شائع کروا سکتے ہیں۔سویڈن نے اپنی زبان میں شائع کروایا ہے۔فرنچ میں شائع کرنے کے لئے فرانس والے اور ماریشس والے کوشش کریں۔ اور یہ کوشش صرف زبانی نہ ہو۔ یہ تو اطلاع فوری طور پر دیں کہ کون اس کا ترجمہ کرسکتا ہے اور دو مہینے کے اندر اندر یہ ترجمہ ہو بھی جانا چاہئے۔

واقفینِ نَو کے مطالعہ میں روزانہ کوئی نہ کوئی دینی کتاب ہونی چاہئے۔ چاہے ایک دو صفحے پڑھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب، جیسا کہ مَیں نے کہا، اگر وہ پڑھیں تو سب سے زیادہ بہتر ہے۔ پھر اسی طرح خطبات ہیں سو فیصد واقفینِ نَو اور واقفاتِ نَو کو یہ خطبات سننے چاہئیں۔ کوشش کریں۔ یہاں یوکے میں ایک دن مَیں نے کلاس میں جائزہ لیا تھا تو میرا خیال ہے دس فیصد تھے جو باقاعدہ سنتے تھے۔ اس کی طرف شعبہ کو بھی اور والدین کو بھی اور خود واقفینِ نَو کو بھی توجہ دینی چاہئے۔ انتظامیہ کو بھی چاہئے کہ وہ واقفینِ نَو کے جو پروگرام بناتے ہیں، وہ inter-active پروگرام ہونے چاہئیں جس سے زیادہ توجہ پیدا ہوتی ہے۔

پھر اسی طرح ہر ملک کی جو انتظامیہ ہے وہ ایک کمیٹی بنائے جو تین مہینہ کے اندر یہ جائزہ لے کہ ان ملکوں کی اپنی ضروریات آئندہ دس سال کی کیا ہیں؟ کتنے مبلغین ان کو چاہئیں؟ کتنے زبان کے ترجمے کرنے والے چاہئیں؟ کتنے ڈاکٹرز چاہئیں؟ کتنے ٹیچرز چاہئیں؟ جہاں جہاں ضرورت ہے۔ اور اس طرح مختلف ماہرین اگر چاہئیں تو کیا ہیں؟ مقامی زبانوں کے ماہرین کتنے چاہئیں؟ تو یہ جائزے لے کر تین سے چار مہینے کے اندر اندر اس کی رپورٹ ہونی چاہئے اور پھر جو شعبہ وقفِ نَو ہے وہ اس کا پراپر فالو اَپ (Proper Follow up) کرے۔

بعض لوگ بزنس میں جانا چاہتے ہیں یا پولیس یا فوج میں جانا چاہتے ہیں یا اَور شعبوں میں جانا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے وہ بے شک جائیں لیکن وقف سے فراغت لے لیں۔ یہ اطلاع کیا کریں۔ پھر اسی طرح ہر ملک میں واقفینِ نَو کے لئے کیریئر گائیڈنس کمیٹی بھی ہونی چاہئے جو جائزہ لیتی رہے اور مختلف فیلڈز میں جانے والوں کی رپورٹ مرکز بھجوائے یا جن کو مختلف فیلڈز میں دلچسپی ہے، اُن کے بارے میں اطلاع ہو، پھر مرکز فیصلہ کرے گا کہ آیا اس کو کس صورت میں اجازت دینی ہے۔ اور پھر یہ بھی جیسا کہ مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے والے واقفینِ نَو اپنے تجدیدِ وقفِ نَو کے عہد کو نہ بھولیں، لکھ کر بھجوایا کریں۔ بانڈ (Bond) لکھیں۔ اسی طرح واقفینِ نَو کے لئے ایک رسالہ لڑکوں کے لئے ''اسماعیل'' اور لڑکیوں کے لئے ''مریم'' شروع کیا گیا ہے۔ جرمن اور فرنچ میں بھی اس کا ترجمہ ہونا چاہئے۔ اگر تو ایسے مضامین ہیں جو وہاں کے مقامی واقفینِ نو، واقفاتِ نَو لکھیں تو وہ شائع کریں۔نہیں تو یہاں سے مواد مہیا ہوسکتا ہے اس کو یہ اپنی اپنی زبانوں میں شائع کرلیا کریں۔ اردو کے ساتھ مقامی زبان بھی ہو۔

اللہ تعالیٰ تمام اُن والدین میں جنہوں نے اپنے بچے وقفِ نَو کے لئے پیش کئے، اس رنگ میں بچوں کی تربیت اور دعا کرنے کی طرف توجہ پیدا فرمائے جو حقیقت میں اُن کو واقفینِ نَو بنانے کا حقدار بنانے والی ہوں۔ اور یہ بچے والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں۔ بچوں کو بھی اپنے ماں باپ اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق بھی عطا فرمائے اور وہ حقیقت میں اُس گروہ میں شامل ہو جائیں جن کا کام صرف اور صرف دین کی اشاعت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 18/ جنوری 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

خلافت احمدیہ کے ساتھ عہد وفا

مقصودِ زندگی ہو اِطاعت خدا کرے
حاصل رہے سدا یہ سعادت خدا کرے

اخلاص اور وفا میں بڑھائیں قدم ہمیش
ٹوٹے کبھی ہماری نہ ہمت خدا کرے

ہم اور ہماری نسل بھی تجھ سے جڑی رہے
محبوب ہو تمہاری، خلافت، خدا کرے

تسلیم نَے کریں ترے معروف فیصلے
صادر نہ ہو کبھی یہ شقاوت خدا کرے

مطلوب و مدعا ہو رضائے خدا ہمیش
مقبول ہو ہماری یہ چاہت خدا کرے

تجدید عہد روز کریں ہم خدا کے ساتھ
وعدوں میں ہو ہمارے صداقت خدا کرے

کبر و غرور و بدظنی کے بت شکن بنیں
توفیق سے ملے یہ مہارت، خدا کرے

بیعت کا عہد تا دمِ آخر نبھائیں ہم
قائم رہے یہ عقدِ اُخوت خدا کرے

تبلیغِ دین مصطفٰی مدنظر رہے
مولا کرے قبول یہ خدمت خدا کرے

فعال زندگی ملے، منصور تُو رہے
پیارے! تیرے ہر ایک کام میں برکت خدا کرے

ہستی پہ اپنی ایسی فنا آئے جس طرح
غسال کے ہو ہاتھ میں میت خدا کرے

''بدتر بنیں ہر ایک سے اپنے خیال میں''
بھولیں کبھی نہ ہم یہ نصیحت خدا کرے

سعدیہ تسنیم سحر۔جرمنی

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

کھانے میں برکت

قسط 13

فروری مارچ 5 شوال 627 ہجری کفار مکہ نے ارد گرد کے قبائل کو ملا کر کثیر لشکر اور ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف پیش قدمی شروع کی تو آنحضور ﷺ نے اپنے دفاع کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینے کے گرد خندق کھودنے کا کام شروع کروایا یہ شدید محنت طلب کام تھا۔ سخت سردی میں دن رات کام کرنے سے صحابہ کرامؓ نڈھال ہو گئے اس کام میں مصروفیت سے معمول کی رزق کمانے کی کوششیں بھی معطل تھیں بھوک پیاس برداشت کر کے کام کرنا بہت مشکل تھا ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کی جسمانی اور روحانی ضیافت کا انتظام فرمایا۔ ایک ایمان افروز واقعہ پڑھیئے۔ ایک مخلص صحابی جابر بن عبد اللہؓ نے آپؐ کے چہرہ پر بھوک کی وجہ سے کمزوری اور نقاہت کے آثار دیکھ کر آپؐ سے اپنے گھر جانے کی اجازت لی اور گھر آ کر اپنی بیوی سے کہا آنحضرت ﷺ کو بھوک کی شدت سے سخت تکلیف معلوم ہوتی ہے۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ ہاں کچھ جَو کا آٹا اور ایک بکری ہے جابرؓ کہتے ہیں میں نے بکری کو ذبح کیا اور آٹے کو گوندھا اور پھر اپنی بیوی سے کہا تم کھانا تیار کرو میں جاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ تشریف لے آئیں بیوی نے کہا مجھے ذلیل نہ کرنا کھانا تھوڑا ہے رسول اللہؐ کے ساتھ زیادہ لوگ نہ آئیں جابرؓ کہتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے آہستگی سے آنحضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے پاس کچھ گوشت اور جَو کا آٹا ہے جن کے پکانے کے لئے میں اپنی بیوی کو کہہ آیا ہوں آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا کھانا کتنا ہے میں نے عرض کیا کہ اس اس قدر ہے۔ آپؐ نے فرمایا بہت ہے پھر آپ نے ادھر ادھر نگاہ ڈال کر بلند آواز سے فرمایا: اے مہاجرین و انصار کی جماعت! چلو جابر نے آپ کی دعوت کی ہے چل کر کھانا کھالو۔

اس آواز پر کوئی ایک ہزار فاقہ مست صحابی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا تم جلدی جلدی جاؤ اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نہ اتارے اور نہ ہی روٹیاں پکانی شروع کرے۔ جابرؓ نے جاکر اپنی بیوی کو اطلاع دی اور وہ بیچاری سخت گھبرا گئی کہ کھانا تو چند آدمیوں کا اندازہ ہے اور آرہے ہیں اتنے لوگ! اب کیا ہوگا مگر آنحضرت ﷺ نے وہاں پہنچتے ہی بڑے اطمینان کے ساتھ ہنڈیا اور آٹے کے برتن پر دعا فرمائی اور پھر فرمایا اب روٹیاں پکانا شروع کردو اس کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ کھانا تقسیم فرمانا شروع فرمادیا۔ جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے کہ اسی کھانے میں سب لوگ سیر ہو کر اٹھ گئے اور ابھی ہماری ہنڈیا اسی طرح ابل رہی تھی اور روٹیاں اسی طرح پک رہی تھیں۔‘‘

(بخاری کتاب المغازی حالات غزوہء احزاب)

(استفادہ از سیرۃ خاتم النبیینؐ جلد دوم از ہادی علی چودھری صفحہ 576)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے ایسی ہی برکات و فیوض کا سلسلہ جاری ہوا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی مہمان اور آ گئے۔ اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آگئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے صرف ان چند مہمانوں کے لئے پکایا گیا تھا جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا مگر زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں تم زردے کا برتن میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت صاحب نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردے میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکال دو خدا برکت دے گا چنانچہ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا سب نے کھایا پھر بھی کچھ بچ گیا...

(سیرۃ المہدی صفحہ 133-134)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی والدہ صاحبہ حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے معجزاتی برکت کے بارے میں استفسار فرمایا تو آپ نے بیان فرمایا: ایسے واقعات بارہا ہوئے ہیں کہ تھوڑا کھانا تیار ہوا پھر مہمان زیادہ آگئے مثلاً پچاس کا کھانا تیار ہوا تو سو آ گئے لیکن وہی کھانا حضرت صاحب کے دم سے کافی ہو جاتا رہا۔ پھر حضرت والدہ صاحبہ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کے واسطے ایک مرغ لایا۔ میں نے حضرت صاحب کے واسطے اس کا پلاؤ تیار کرایا اور وہ پلاؤ بس اتنا ہی تھا کہ بس حضرت صاحب کے واسطے تیار کروایا تھا مگر اسی دن اتفاق ایسا ہوا کہ نواب صاحب نے اپنے گھر میں دھونی دلوائی تو نواب صاحب کے بیوی بچے ادھر ہمارے گھر آگئے اور حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔ میں نے کہا کہ چاول تو بالکل ہی تھوڑے ہیں صرف آپ کے واسطے تیار کروائے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا چاول کہاں ہیں پھر حضرت صاحب نے چاولوں کے پاس آکر ان پر دم کیا اور کہا اب تقسیم کر دو۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ان چاولوں میں ایسی برکت ہوئی کہ نواب صاحب کے سارے گھر نے کھائے او پھر بڑے مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب) اور مولوی عبد الکریم صاحب کو بھی بھجوائے گئے اور پھر قادیان میں کئی لوگوں کو دئے گئے اور پھر چونکہ وہ برکت والے چاول مشہور ہو گئے تھے اس لئے کئی لوگوں نے آ آ کر ہم سے مانگے اور ہم نے سب کو تھوڑے تھوڑے تقسیم کئے اور وہ سب کے لئے کافی ہوئے۔

(سیرۃ المہدی صفحہ 134 - 135)

آج کی دعا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾ قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴿۲﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ﴿۳﴾ لَمۡ یَلِدۡ ۬ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ﴿۴﴾ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورۃ اخلاص)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں اپنے اوپر معوذات (سورۃ الفلق والناس اور سورۃ الاخلاص) کا دم کیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی (صحیح بخاری حدیث نمبر: 5735)

ہمارے پیارے امام عالی مقام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ فرماتے ہیں۔

پس یہ اہمیت ہے سورۃ اخلاص کی۔ اور جب ہم رات کو یہ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں یہ پڑھنی چاہئے۔ جب ہم کہیں کہ خدا تعالیٰ اَحد ہے تو ساتھ ہی اس کے صمد ہونے کا مقام بھی اور مرتبہ بھی ہمارے سامنے آنا چاہئے۔ صمد وہ چیز ہے جو کسی کی محتاج نہیں ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ کبھی ہلاک ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

صمد کے معنی ہیں کہ ’’بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ھالِک الذات ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ صفحہ 433۔ حاشیہ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر 8 صفحہ 413)

یعنی جو پیدا ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور ختم ہونے والی ہیں انہیں فنا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے جو صمد ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صمد کا مطلب بے نیاز ہے۔ بے نیازی اس کی یہ ہے کہ نہ وہ ہلاک ہونے والا ہے، ختم ہونے والا ہے اور نہ اس جیسی کوئی چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ پس یہ ہمارا خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(خطبہ جمعہ 16فروری 2018ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

مرسلہ: فائقہ بُشریٰ

ارشاداتِ نور
قسط 6

حقیقی اور اصلی واعظ

سچا خیرخواہ، حقیقی ناصح اور اصلی واعظ وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم کو ان کے عیوب پر مطلع کرے جس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے نقص بتائے۔ برتن وہاں سے ٹکرایا جاتا ہے جہاں کمزوری کا شبہ ہو۔ اسی طرح مومن کو ابتلاء اس بات میں آتا ہے جس میں وہ کمزور ہو۔ غور کرو۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 442)

اصلاح اعمال کرو

فرمایا۔ جب کسی حاکم سے تکلیف پہنچے تو بجائے اس کے کہ اس حاکم کا مقابلہ ہو اپنے اعمال کی اصلاح کر لو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا (الانعام:130)۔ پس جب تک تم خود ظالم نہیں تم پر ظالم حکمرانی نہیں کرے گا۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 452)

حصول معارف کے لیے چار باتیں

فرمایا۔ چار باتیں ہوں تو اللہ معارف دیتا ہے۔

(1) آدمی اپنی اصلاح کر لے۔

(2) ایمان لائے۔

(3) عمل صالح کرے۔

(4) جو بری بات چھوڑ دی ہے اس کے بالمقابل اچھی بات اختیار کرے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 453)

قرآن مجید کا بڑا مقصد

فرمایا۔ قرآن مجید تمہیں مومن بنانا چاہتا ہے۔ تمہارے دلوں کی غفلت دور کرنے کے لیے تمہیں اخلاق فاضلہ سکھانے کے لیے، تم میں خشیۃ اللہ پیدا کرنے کے لیے آیا ہے۔ دیکھو لو حج، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کے ایک سو پچاس حکموں سے زیادہ نہیں۔ رکوع بہ رکوع اخلاق کی سنوار چاہتا ہے۔ پس یہ کہنا غلطی ہے کہ پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں اور کیا چاہئے۔ افسوس مسلمانوں نے قرآن کے اس حصہ کو جو اخلاق کے متعلق ہے چھوڑ رکھا ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 456)

قرآن شریف میں قصے نہیں

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کہانیاں نہیں ہیں کہ لوگوں کے دل بہلانے کے واسطے قصے لکھ دیئے گئے ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور نیک لوگوں کے حالات اس واسطے بیان کر دیئے ہیں کہ سننے والے ویسے ہی نیک اعمال کر کے بڑے بڑے درجات پاویں۔ اللہ تعالیٰ اسی واسطے ایسے بیانات کے اخیر میں فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ (الانعام:85) اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی اجر دیتا ہے اور بروں کے حالات عبرت کے واسطے بیان کیے جاتے ہیں۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 465)

رات کو دیر تک جاگنا

فرمایا۔ یہ انگریزی خوانی سے مرض طلباء میں پیدا ہوتا ہے کہ رات کو دیر تک جاگتے رہتے ہیں۔ مٹی کا بدبودار تیل استعمال کرتے ہیں۔ باریک ٹائپ پڑھتے ہیں۔ آنکھیں خراب ہو جاتی ہیں۔ لڑکپن میں عینکیں لگانی پڑ جاتی ہیں۔ دل ضعیف ہو جاتے ہیں۔ معدہ کمزور ہو جاتا ہے۔ تمام اعضاء میں سستی آ جاتی ہے۔ قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ انبیاء ایسا نہ کرتے تھے بلکہ وہ رات کو وقت پر سوتے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد بہت بولنا خلاف سنت ہے۔ صبح سویرے اٹھنا چاہئے اس سے صحت اچھی رہتی ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 466)

یقین

فرمایا۔ کوئی عقلمند جان بوجھ کر کنوئیں میں نہیں گرتا، آگ میں نہیں گھستا بلکہ کوئی جانور بھی اپنے آپ کو پہاڑ سے نہیں گراتا۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اسے یقین ہے کہ اگر میں ایسا کروں گا تو تباہ ہو جاؤں گا، ہلاک ہو جاؤں گا۔ یہ یقین ہے جو اسے موت سے بچاتا ہے اور دینی معاملات میں اسی یقین کی کمی ہے جو لوگوں سے گناہوں کا ارتکاب کراتی ہے۔ دعویٰ تو ہے کہ ہم خدا، نبی، قرآن اور جزا وسزا پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ یقین اور ایمان اگر فی الواقع ہے تو پھر کیوں دغا اور فریب عام ہے۔ یقین تو بدی سے روکتا ہے۔ کوئی بچہ اپنی ماں کے سوائے دوسری عورت کے پاس نہیں جاتا۔ پھر لوگ کیوں اپنے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس جاتے ہیں۔ اگر جزاء اور سزا پر ایمان اور یقین ہے تو پھر احکام الٰہی کی خلاف ورزی کیوں ہے؟ یاد رکھو جتنی یقین میں کمی ہے اتنا ہی انسان بدی کا مرتکب ہوتا ہے۔ بہانے بنانے سے کچھ فائدہ نہیں سیدھا ہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم نہیں مانتے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 471)

ستاری سے فائدہ اٹھاؤ

فرمایا۔ انسان بدی اور بدکاری کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس پر ستاری کرتا ہے، پردہ پوشی کرتا ہے، رحم کرتا ہے۔ انسان رات کو بدی کرتا ہے صبح اس کے ماتھے پر لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیوں؟ اس واسطے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے رحم سے فائدہ اٹھائے اور توبہ کرے اور آئندہ بدی سے پرہیز رکھے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 471)

واقعات انبیاء سے سبق

فرمایا۔ انبیاء کا جو بیان قرآن شریف میں ہے اس میں ہمارا حصہ یہ ہے کہ ہم غور کریں کہ مومن پر کیسے ہی مصائب آ جاویں اور بظاہر ہلاکت نظر آوے اور بڑے مشکلات دکھلائی دیں اور نفس کمزوری دکھلائے کہ تو تباہ ہو جائے گا۔ تو نفس کو جواب دینا چاہئے کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سخت ابتلاء انبیاء پر آئے مگر وہ تباہ نہ ہوئے۔ بسبب اپنے ایمان کے اور راستبازی کے وہ ہمیشہ کامیاب ہوتے رہے۔ اس طرح ہم بھی ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ہماری نصرت کرے گا۔ فرمایا۔ تکالیف، مصائب کا آنا ضروری ہے مقدمات ہوتے ہیں عداوتیں کی جاتی ہیں لیکن یہ سب تھوڑے وقت کے واسطے ہے۔ آخر فتح مومن کی ہے۔

(ارشاداتِ نور جلد دوم صفحہ 496)

ابو فاضل بشارت

تیرھویں صدی کے مجدد

حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ

جناب ابو فاضل بشارت قارئین الفضل کے علم و عرفان میں اضافہ کے لئے مجددین کا تعارف کروا رہے تھے۔ بارھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے تعارف و سوانح پر مضمون 17/اکتوبر 2020ء کو نذرِ الفضل ہوا تھا۔ ایک تعطل کے ساتھ تیرھویں اور چودھویں صدی کے مجددین کے حالات زندگی قارئین الفضل کی نذر کئے جا رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

نام ونسب

آپ کا نام سید احمد تھا۔آپ کے والد محترم سید محمد عرفان تھے۔آپ سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ کا سلسلہ نسب خلیفۂ راشد حضرت علی مرتضیٰؓ سے جاملتا ہے۔سلسلہ نسب یہ ہے:

سید احمد بن سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدی بن سید علیم اللہ نقشبندی بن سید محمد فضیل بن سید محمد معظم بن سید احمد بن قاضی سید محمود بن سید علاء الدین بن قطب الدین ثانی بن سید صدر الدین بن سید زیان العابدین بن سید احمد بن سید علی بن سید قیام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین بن سید نظام الدین بن سید قطب الدین کرمی بن سید احمد مدنی بن سید یوسف بن سید عیسیٰ بن سید حسن بن سید حسین بن سید جعفر بن سید قاسم بن سید عبد اللہ بن سید محمد ثانی بن سید عبد اللہ الاشتر بن سید محمد صاحب النفس الذکی بن سید عبد اللہ محض بن سید حسن مثنی بن سید حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

(مخزن احمدی فارسی از مولوی سید محمد علی صفحہ 12)

سید حسن مثنیٰؒ کی شادی حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰ سے ہوئی اسی مناسبت سے کہ خاندان حسنی وحسینی کہلاتا ہے۔

قبل از ولادت بشارت

حضرت سید احمد صاحب کی والدہ محترمہ نے دوران حمل خواب میں دیکھا کہ ان کے خون سے ایک کاغذ لکھا گیا ہے جو تمام عالم میں اڑتا پھرتا ہے۔اس پر وہ مشوش ہوئیں۔یہ خواب سید عبد السبحان نے بھی سنا تو وہ بولے:

تشویش کی ضرورت نہیں۔اس کی تعبیر یہ ہے کہ جو کچھ آپ کے پیٹ میں ہے وہ دنیا میں بہت نامور ہو گا۔

(سید احمد شہید از مولوی غلام رسول مہر صفحہ 60 حاشیہ)

ولادت باسعادت

حضرت سید احمد صاحبؒ کی ولادت 6 صفر 1201ھ مطابق 29 نومبر 1786ء کو قصبہ رائے بریلی سرکار ضلع مانک پور صوبہ الہ آباد میں ہوئی۔

(مخزن احمدی صفحہ 12، سید احمد شہید صفحہ 60)

تعلیم

سید صاحب موصوف کی عمر جب چارسال چار ماہ چار دن ہوئی توشرفائے ہند کے دستور کے مطابق آپ کے والد محترم نے آپ کو مکتب میں معلم کے سپرد کر دیا۔لیکن سید صاحب کی طبیعت دوسرے بچوں کی طرح استاد سے کچھ سیکھنے کی طرف راغب نہ ہوئی اور نہ ہی آپ پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ کر پائے۔

اساتذہ نے آپ کو پڑھانے کی بہت کوشش کی لیکن بارآور نہ ہوئی۔تین سال مکتب میں گزرنے پر استاد کی پوری توجہ اور ہزار ہا کوششوں کے باوجود قرآن مجید کی صرف چند سورتیں ہی یاد ہوسکیں اور مفرد و مرکب الفاظ لکھنا سیکھ سکے۔آپ کے بڑے بھائی سید ابراہیم و سید اسحاق صاحب آپ کو تحصیل تعلیم اور پڑھنے لکھنے کی بہت تاکید کرتے تھے۔والد ماجد محمد عرفان نے فرمایا کہ ان کا معاملہ خدا پر چھوڑدو،وہ اُن کے حق میں جو بہتر اور اولیٰ سمجھے گا،ظاہر کر دے گا۔ تاکید ظاہری مفید نہیں۔

(مخزن احمدی صفحہ 12)

تاہم آپ فارسی کے ساتھ عربی زبان بھی سیکھ گئے اور مشکوۃ کا مطالعہ خود کر لیتے تھے۔مولوی عبدالقیوم کا بیان ہے کہ تحصیل علم کے دوران حضرت سید صاحب کو کتاب پر حروف نظر نہ آتے۔اطباء سے رابطہ کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔شاہ عبد العزیزؒ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ جالی وغیرہ باریک چیزوں پر نظریں جماؤ کیا وہ بھی نظروں سے غائب ہوتی ہیں؟ لیکن تمام باریک چیزیں آپ کو نظر آتیں جس پر شاہ عبد العزیزؒ نے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ علم ظاہری ان کی قسمت میں نہیں۔ان کو تعلّم سے پڑھنا نہیں آئے گا بلکہ علم لدنی حاصل ہو گا۔

(سید احمد شہید صفحہ 62)

پس آپ کی ظاہری تعلیم تو اس قدر نہ تھی لیکن شرعی امور اور اوامر ونواہی کا بخوبی علم رکھتے تھے۔عربی و فارسی کے ساتھ آیات و احادیث کے معارف بھی جانتے تھے۔

مشاغل

سید احمد صاحبؒ کو بچپن میں کھیل کا بہت شوق تھا۔آپ کبڈی کے شوقین تھے اورلڑکوں کو دو جتھوں میں تقسیم کر دیتے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے قلعے پر حملہ کرتا اور فتح کرتا۔اس طرح نادانستہ آپ کی جسمانی و فوجی تربیت ہوتی رہی۔

(سیرت سید احمد شہیدؒ از ابوالحسن علی ندوی جلد اول صفحہ 110)

آپ کے بھانجے سید عبد الرحمٰن سپہ سالار افواج نواب وزیر الدولہ بیان کرتے ہیں:

آپ کی عادت تھی کہ سورج نکلنے کے گھنٹوں بعد تک ورزش اور کشتی میں مشغول رہتے،میں بچہ تھا،آپ کے بدن پر مٹی ملتا،یہاں تک کہ خشک ہو کر جھڑ جاتی،پیروں پر مجھے کھڑا کر کے پانسو ڈنڑ لگاتے،پھر کچھ ٹھہر کر پانسو اور من بھر،بیس اور تیس سیر کے مگدر ہلاتے تھے،ان میں تعداد کا خیال نہیں تھا بلکہ وقت کا اندازہ تھا مثلاً دو گھنٹے،تین گھنٹے،چار گھنٹے۔

(سیرت سید احمد شہیدؒ جلد اول صفحہ 113)

آپ ایک ماہر تیراک اور غوطہ خور بھی تھے۔

عنفوان شباب

سن بلوغت کو پہنچے تو حضرت سید احمد صاحبؒ کو خدمت خلق کا شوق پیدا ہوا کہ خلق عیال اللہ ہے اس لیے ان کی خدمت سے خدا کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔آپ نے بلا تخصیص امیر و غریب بچوں،ناتوانوں اور یتیموں وغیرہ کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔اور اس قدر کام کیا کہ بزرگان اور خدا پرست لوگ انگشت بدنداں رہ گئے۔آپ صبح شام غرباء خصوصاً بیوگان کے گھروں پر تشریف لے جاتے اور ان کا حال دریافت کرتے اور کہتے:

اگر ایندھن،پانی،آگ وغیرہ کی ضرورت ہو تو بے تکلف بتائیں کہ میں لادوں گا؟

اہل محلہ ہمسائیگان اور قرب وجوار کے لوگ آپ اور آپ کے بزرگوں کے مرید اور خادم تھے۔باوجود اس کے کہ انہیں حاجت بھی ہوتی لیکن وہ ان باتوں کو معیوب سمجھتے اور کہتے کہ یہ امر معکوس ہے کہ آپ ہماری خدمت کریں جبکہ ہم تو آپ اور آپ کے باپ دادا کے بھی غلام ہیں،ہم کیسے جرأت کرسکتے ہیں کہ آپ سے کوئی کام لیں؟

آپ ان کو خدمت گزاری اور اعانت کی فضیلت اس طرح سناتے کہ وہ زار وقطار روتے اور باصرار ان کی ضرورتیں معلوم کرکے پوری کرتے،بازار سے ان کے لیے سودا لاتے،لکڑی لاد کر اور پانی بھر کر لاتے اور ان کی دعائیں لیتے اور کسی طرح سے اس کام سے سیری نہ ہوتی،عزیزوں،ہمسایوں کے گھروں میں جاکر دیکھتے کہ برتنوں میں پانی ہے،جلانے کے لیے لکڑی ہے یا نہیں،پانی نہ ہوتا تو اپنے ہاتھ سے بھرتے،لکڑی نہ ہوتی تو جنگل جاکر خود کاٹتے،چادر میں گٹھا باندھ کر سر پر رکھتے اور گھروں میں پہنچا دیتے،آپ کے بھائی اور عزیز اس پر چیں بجبیں ہوتے،سخت سست بھی کہتے مگر آپ اس کی پروانہ کرتے اور کام کیے جاتے۔

(مخزن احمدی صفحہ 13)

والدہ محترمہ کا جذبہ قربانی اور آپ کی اطاعت

آپ کی طبیعت سپاہیانہ تھی اور شوق جہاد بھی نمایاں تھا۔ایک دفعہ رائے بریلی میں ہندو مسلم لڑائی ہوئی تو آپ فوراً گھر پہنچے اور تلوار نکال کر والدہ محترمہ سے اجازت کے لیے کھڑے ہو گئے جو کہ نماز میں مصروف تھیں۔آپ کی کھلائی نے دیکھ کر باہر جانے سے بہت روکا لیکن آپ نہ مانے اور اپنی والدہ کی اجازت کے منتظر رہے۔والدہ محترمہ نے سلام پھیر کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟سب سن کر والدہ نے کھلائی سے کہا:

بوا!بے شک تمہیں احمد سے محبت ہے مگر میرے برابر نہیں ہوسکتی۔میرا حق تمہارے حق پر فائق ہے۔یہ روکنے کا کون سا موقع ہے؟انہیں جانے دو۔

پھر گوشۂ جگر کو فرمایا:

جلدی جاؤ لیکن دیکھنا،مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ عمر بھر تمھاری صورت نہ دیکھوں گی۔

سید صاحب موصوف وہاں پہنچے لیکن لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔بات چیت سے ہی معاملات طے ہو گئے اور عافیت رہی۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 65)

لکھنؤ کا سفر

حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ نے اپنے والد محترم کے انتقال کے بعد 1219ھ میں حصول معاش کی خاطر لکھنؤ کا سفر اختیار کیا۔رائے بریلی سے لکھنؤ کی مسافت قریباً انچاس میل تھی۔آپ کے ساتھ سات عزیز رشتہ دار بھی تھے اور سواری صرف ایک۔چنانچہ سب باری باری سوار ہوتے۔جب آپ کی باری آتی تو آپ کسی اور کو سوار کرادیتے۔نصف راستہ تک پہنچتے سب تھک ہار کر بیٹھ گئے کیونکہ ہر ایک کا سامان بھی اس کے ساتھ تھا۔چنانچہ کسی مزدور کی تلاش شروع کی لیکن کوئی نہ مل پایا۔حضرت سید صاحبؒ نے نہایت عاجزی سے سب سے درخواست کی کہ وہ اپنا سامان ایک کمبل میں باندھ دیں وہ اسے اٹھالیں گے۔چنانچہ سب نے مجبوراً اپنا سامان آپ کے سپرد کر دیا اور آپ اکیلے اسے لکھنؤ تک لے آئے۔

(ملخص از تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمد از محمد جعفر تھانیسری از صفحہ 7)

لکھنؤ میں معاشی طور پر حالات سازگار نہ تھے لیکن پھر بھی آپ چار ماہ تک لکھنؤ میں رہے۔اس دوران اپنے عزیزوں کو کہتے کہ ملازمت کا خیال چھوڑو اور دہلی جاکر سید المحدثین شاہ عبدالعزیزؒ سے کسب فیض کرتے ہیں۔لیکن ان میں سے کسی نے آپ کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔

سفر دہلی

چنانچہ ایک روز آپ چپکے سے دہلی کی طرف عازم سفر ہوئے اور چودہ منزل کا نہایت کٹھن سفر بے سروسامانی کی حالت میں طے کرکے دہلی جا پہنچے۔دہلی پہنچ کر سب سے پہلے شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔شناسائی نہ ہونے کے سبب شاہ صاحب نے تعارف پوچھا۔سید ابوسعید کے نواسے اور سید نعمان کے بھتیجے ہونے پر شاہ نے آپ کو پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا:

آپ کے خاندان مقدس میں تو منصب ولایت موروثی ہے دو ایک پشت کے بعد ضرور اس خاندان میں مادرزاد ولی پیدا ہوتا ہے اگر فضل الٰہی شامل حال ہے تو آپ بھی بطور وارث اپنے آباء و اجداد کے اپنے مقصد کو پہنچ جائیں گے۔

بعدہ آپ کو قیام کے لیے اپنے بھائی شاہ عبدالقادر کے پاس اکبر آبادی مسجد بھجوادیا۔

(تواریخ عجیبہ صفحہ 9)

شاہ عبدالقادر سے مزید تعلیم

اکبر آبادی مسجد میں سید صاحب نے شاہ عبدالقادرؒ سے عربی و فارسی کتب پڑھنا شروع کیں اور ذکر الٰہی اور عبادات میں مشغول رہے اور شاہ صاحب کے دروس میں شامل ہوتے۔

سعید الفطرت

حضرت سید صاحب پاکیزہ اور سعید فطرت کے مالک تھے۔اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول میں صف اولین میں تھے۔آپ سنت کی پیروی کرنیوالے تھے۔لغویات سے احتراز برتتے۔ایک دفعہ جمنا کے کنارے ہندوؤں کا میلہ لگا ہوا تھا جس میں عورتیں کثیر تعداد میں شامل ہوتی تھیں۔دوستوں نے اصرار کیا کہ آپ بھی اس میلہ میں جائیں لیکن آپ نے اس لغو کام سے انکار کرتے ہوئے کہا:

مجھ کو اس نامشروع مجمع کی شرکت سے معاف رکھو میں ایسی جگہ ہرگز نہ جاؤں گا۔

آپ کے ان بے تکلف دوستوں نے زبردستی اٹھاکر آپ کو میلے میں لے جانا چاہا لیکن میلے کی جگہ کے قریب پہنچتے پر آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔جسے دیکھ کر دوست ڈر کر آپ کو واپس دہلی چھوڑ آئے۔

اسی طرح آپ کسی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں اچانک مزامیر و غنا شروع کردیا گیا جس پر آپ بے ہوش ہوگئے۔

(تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی صفحہ 15، 16)

شاہ عبدالعزیزؒ کی بیعت

1222ھ میں سید صاحب نے شاہ عبدالعزیزؒ کی بیعت کرلی اور آپ اس وقت کے رائج تصوف کے طرق ثلاثہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ میں داخل ہوگئے پس پہلے دن لطیفہ اول یعنی ذکر قلب کی تعلیم ہوئی، دوسرے دن باقی لطائف یعنی لطیفہ روح، لطیفہ سر، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفیٰ اور لطیفہ نفس کا ذکر سکھایا گیا۔تیسرے جلسہ میں سلطان الاذکار اور چوتھے جلسے میں ذکر نفی واثبات بتایا گیا پھر شغل برزخ کا حکم ہوا جس میں صورت شیخ کا تصور صوفیہ میں مروج تھا۔تصور صورت شیخ کا حکم سن کر سید صاحب نے پوچھا:

اس شغل اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟شاہ عبدالعزیزؒ نے حافظ کا یہ مشہور شعر پڑھ کر سنایا:

بہ مے سجادہ رنگیں کن، گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا

اس پر سید صاحب نے مکرر عرض کیا:

مجھے تو تصور شیخ محض بت پرستی ہی محسوس ہوتی ہے۔شرک تو دور کی بات ہے اگر قرآن و سنت یا حدیث سے کوئی سند بتائیں تو یہ خدشہ دور ہوکر اطمینان ہوجائے گا کہ دونوں ایک چیز نہیں۔

شاہ صاحب نے یہ بات سن کر آپ سے معانقہ کیا اور بوسہ دے کر فرمایا:

خدائے برتر نے اپنے فضل و رحمت سے تجھے ولایت انبیاء عطا فرمائی ہے۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 80)

ولایت انبیاء اور ولایت اولیاء میں فرق

سید صاحبؒ نے شاہ صاحب سے ولایت انبیاء اور ولایت اولیاء کے بارہ میں وضاحت کے متعلق عرض کیا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

ولایت اولیاء یہ ہے کہ اللہ جس شخص کو ولایت اولیاء سے نوازتا ہے وہ دن رات مجاہدات و مراقبات، صوم وصلوٰۃ اور کثرت نوافل میں مشغول رہتا ہے اور خلوت نشین ہوکر خدا تعالیٰ کی عبادت لگارہتا ہے وہ جلوت پسند نہیں کرتا۔اسے بدکرداروں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔اصطلاح صوفیاء میں اسے قرب بالنوافل کہا جاتا ہے۔ولایت انبیاء کا حامل شخص محبت الٰہی سے پُر ہوتا ہے اور ماسوا کی کوئی اہمیت اس کے لیے نہیں رہتی۔اور وہ خدا کی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لیے ہروقت کوشاں رہتا ہے اور کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتا اور اشاعت توحید اور احیائے سنت نبویؐ کے لیے بلا جھجک ہرممکن کوشش کرتا رہتا ہے۔بوقت ضرورت اس راہ میں مال و جان کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔وہ لوگوں میں ہرمحفل اور مجلس میں وعظ و نصیحت کرتا ہے اور مصائب پر صبر کا نمونہ دکھاتا ہے۔اسے اصطلاح صوفیاء میں قرب بالفرائض کہتے ہیں۔

(ملخص از تواریخ عجیبہ صفحہ 11-12 و سید احمد شہیدؒ)

رویت الٰہی

ایک شب خواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت خاص سے حضرت سید احمد بریلویؒ کا ہاتھ پکڑ کر ایک چیز امور قدسیہ سے جو نہایت رفیع اور بدیع تھی آپ کے سامنے رکھ کر فرمایا کہ تجھ کو یہ چیز اب عنایت ہوئی ہے اور اس کے سوا اور بہت سی چیزیں تجھ کو عطا فرمادیں گے۔

(تواریخ عجیبہ صفحہ 14)

زیارت رسولؐ

حضرت سید صاحب نے ریاضات و مجاہدات کرنی شروع کردیں۔ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے۔آپ کی عبادات کا یہ حال تھا کہ قیام لیل سے پاؤں ورم ہوکر خون جاری ہوجاتا تھا۔ان حالات کو دیکھ کر شاہ عبدالقادر فرمایا کرتے تھے:

اس بزرگ کے احوال سے آثار کمال ظاہر ہوتے ہیں۔

(تواریخ عجیبہ صفحہ 13)

21رمضان المبارک کو آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پوچھا:
لیلۃ القدر کونسی ہوگی؟

مقصد یہ تھا کہ اس رات عبادت کا خاص اہتمام کریں۔شاہ صاحب نے فرمایا:

شب بیداری کا معمول جاری رکھیں۔لیکن محض جاگتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔

چنانچہ آپ ساری ساری رات جاگ کر عبادات کرتے رہے۔27رمضان المبارک کو نماز عشاء کے بعد آپ پر نیند ایسی غالب آئی کہ دو چار رکعات ادا کرنے کے بعد آنکھ لگ گئی۔رات کے آخری پہر کسی نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اچانک اٹھا دیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ دائیں اور بائیں تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں:

اے احمد! جلد اٹھ اور غسل کر۔

آپ نے فوراً اٹھ کر یخ بستہ پانی سے غسل کیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے فرزند! آج شب قدر ہے، تو یاد الٰہی میں مشغول ہو جا اور دعا اور مناجات کرتا رہ۔

اس تلقین کے بعد دونوں تشریف لے گئے۔صاحب مخزن لکھتے ہیں کہ آپ اکثر فرماتے:

اس رات مجھ پر افضال الٰہی کی عجیب بارش ہوئی اور حیرت انگیز واردات اور واقعات غریب میرے دیکھنے میں آئے کہ تمام اشجار و احجار بھی بارگاہ ایزدی میں سربسجود نظر آتے تھے۔اور اس طریق پر تسبیح و تہلیل کررہے تھے کہ اسے معرض بیان میں لانا مشکل ہے۔صبح کی اذان تک یہی کیفیت رہی۔میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عالم غیب کا معاملہ تھا یا عالم شہادت کا۔

(سید احمد شہید صفحہ 81-82، تواریخ عجیبہ صفحہ 13)

ایک دفعہ ایک رؤیا میں رسول اللہ ﷺ نے تین چھوارے سید صاحب کے منہ میں اپنے دست مبارک سے ایک ایک کرکے رکھ کر پیار اور محبت سے کھلائے جب آپ بیدار ہوئے تو ان چھواروں کی شیرینی آپ کو محسوس ہوئی۔

(تواریخ عجیبہ صفحہ 14)

زیارت اہل بیتؑ

حضرت سید احمد بریلویؒ نے ایک دفعہ خواب میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی بھی زیارت کی۔حضرت علیؓ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے ایک لباس فاخرہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا۔

(تواریخ عجیبہ صفحہ 14)

دہلی سے رائے بریلی

1223ھ کے اوائل میں آپ مراتب سلوک طے کرنے کے بعد رائے بریلی واپس آگئے اور اپنی مسجد میں مقیم ہوگئے۔آپ کو چار پانچ سال بعد فقیرانہ لباس میں دیکھ کر عزیز رشتہ داروں نے مشکل سے پہچانا۔اہل

خاندان اور والدہ یہ حال دیکھ کر بہت غمگین ہوئیں۔

شادی

سید صاحب کی نسبت تو بہت پہلے طے کر دی گئی تھی لیکن جب آپ اس حال میں وطن واپس آئے تو لڑکی والے شادی کرنے سے کچھ متامل ہوئے لیکن خاندان والوں کے سمجھانے پر رضامند ہوگئے اور یوں سید صاحب کی شادی 1223ھ میں نصیر آباد کے سید محمد روشن صاحب کی صاحبزادی سیدہ زہرہ سے ہوئی۔ 1224ھ میں ان سے ایک بیٹی سیدہ سارہ کی ولادت ہوئی۔

نواب امیر خاں کی مصاحبت

1226ھ میں سید صاحب حکم الٰہی کے تحت دہلی سے ہوتے ہوئے راجپوتانہ پہنچ کر نواب امیر خاں کے لشکر میں شامل ہوگئے۔ (مخزن صفحہ 32) کچھ ہی عرصہ میں آپ کی شناسائی نواب صاحب سے ہوگئی اور وہ آپ کی صلاحیتوں کے معترف ہوگئے اور اہم معاملات میں آپ کے مشورے لینے لگے۔لشکر میں اصلاح وتبلیغ کا کام شروع کر دیا۔نواب صاحب کے پاس چھ سالہ قیام کے دوران آپ نے مختلف مہمات میں بھی شرکت کی۔ قلعہ دھمکولہ کے محاصرہ کے وقت وہاں موجود تھے۔ پھرنواب صاحب کے ساتھ جے پوری کی جنگ میں شرکت کی۔مادھوراج پوری کے محاصرہ میں ایک گولہ سید صاحب کے بالکل پاس گرا کہ لوگوں نے سمجھا کہ آپ کو لگ گیا ہے لیکن اللہ کے فضل سے آپ محفوظ رہے۔اسی محاصرے میں ایک گولی آپ کی پنڈلی میں لگی جس کا زخم کئی روز علاج کے بعد مندمل ہوا۔

نواب صاحب سے علیحدگی

انگریز ہندوستان پر حکومت کرنے کے لیے اپنی مختلف تدابیر سے راجستھان کی ریاستوں کو اپنے ساتھ ملاتے جا رہے تھے۔نواب امیر خاں کی فوج میں بھی انگریزوں نے بعض سرداروں کو لالچ دے کر پھوٹ ڈال دی۔یوں امیر خان کی فوج دو حصوں میں بٹ گئی۔نواب صاحب نے اپنی عافیت اسی میں جانی کہ انگریزوں سے مصالحت کر لی جائے۔لیکن سید صاحب نے اس کی مخالفت کی۔جب نواب امیر خاں کی انگریزوں سے مصالحت ہوگئی تو آپ نواب صاحب سے علیحدہ ہوگئے۔

تیسرا سفر دہلی اور سلسلہ بیعت کا آغاز

نواب صاحب سے علیحدگی کے بعد حضرت سید احمد بریلویؒ 1332ھ میں دہلی آگئے اور شاہ عبد العزیز سے ملاقات کے بعد مسجد اکبر آبادی میں فروکش ہوگئے۔شاہ عبد العزیزؒ ہر طالب حق کو آپ کے پاس بھجوا دیا کرتے۔ جیسے ملا بخاری وغیرہ۔دہلی میں ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا کہ شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ کے پوتے مولوی محمد یوسف پھلتی نے آپ کی بیعت کر لی۔اس کے بعد مولوی عبد الحئی اور شاہ اسماعیل نے بھی آپ کی بیعت کی۔ان علماء کی بیعت سے آپ کے نام کی شہرت ہوئی اور دور دراز سے لوگ آپ کی بیعت کے لیے آنے لگے۔حضرت سید صاحب نے دہلی میں اصلاح و ارشاد اور ہدایت کا کام شروع کر دیا تھا اور اسی طرف آپ کی سب سے زیادہ توجہ تھی۔بیعت کے بعد مخلصین کی جماعت آپ کے پاس جمع ہوگئی جن میں سے اکثر ہر وقت آپ کے پاس رہتے تھے۔

اصلاح وارشاد کی خاطر دورہ جات

حضرت سید صاحبؒ نے مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے دریائے گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقے یعنی دوآبے کا دورہ کیا۔دورہ کا آغاز محرم 1234ھ کو کیا جو چھ ماہ میں مکمل ہوا جس میں آپ کے ساتھ بیں رفقاء شامل تھے۔اس دورہ میں آپ نے بیسیوں مقامات میں اصلاح و ارشاد کا کام کیا۔جن میں سے معروف یہ ہیں:میرٹھ،دیوبند،مظفر نگر ،سہارنپور، گنگوہ،پھلت،مرادنگر،غازی الدین نگر،بھون،بڑھانہ،شی رکوٹ،نگینہ،شکارپور،چل کانہ، بھڑسور، کاندھلہ،رام پور لہاری، سردھنہ وغیرہ۔

اس دورہ میں آپ جن مقامات پر جاتے تبلیغی و اشاعت دین اور اصلاح عقائد کے ساتھ ترویج سنت اور امحائے بدعات و رسومات کی تلقین کرتے۔ہر جگہ وعظ فرماتے جن میں اسلامی احکام بیان کیے جاتے تھے۔آپ نے ان تمام رسومات کے خلاف جہاد کیا جو مسلمانوں میں ایک عرصہ سے غیرمسلموں کے ساتھ رہتے ہوئے سرایت کرگئی تھیں۔اس طویل دورہ کے بعد آپ نے رائے بریلی،غازی آباد،سلون، الہ آباد،بنارس،لکھنو اور کانپور وغیرہ کے دورہ جات بھی کیے۔آپ کے ان دورہ جات نے نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی اصلاح کی بلکہ ان میں جذبہ جہاد بھی پھونک دیا۔

طریقہ محمدیہ

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ ہندوستان میں تصوف کے صرف تین طریقے قادری،چشتی اور نقشبندی رائج تھے۔نقشبندی طریقہ کا ایک سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے انتشاب کے باعث طریقہ مجددیہ کہلاتا تھا۔سید صاحب ان طرق ثلاثہ کے علاوہ طریقہ محمدیہ پر بیعت لیتے تھے۔آپ نے طریقہ محمدیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

طریقہ محمدیہ یہ ہے کہ زندگی کا ہر کام صرف رضائے رب العالمین کے لیے کیا جائے---ہر فرد ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین کا عملی نمونہ بن جائے۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 131)

السلام علیکم کی سنت کی ترویج

حضرت سید احمد صاحبؒ جب پہلی دفعہ دہلی آئے اور شاہ عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سنت نبویؐ کے مطابق السلام علیکم کہا۔جو شاہ عبد العزیزؒ کو بہت پسند آیا اور آپؒ نے فرمایا کہ آئندہ سے اسی طریق پر سلام کہی جائے۔جبکہ اس سے پہلے ہندوستان میں یہ طریق بھلا دیا گیا تھا اور تسلیمات عرض کرنے کا رواج تھا۔

(سیرت سید احمد شہیدؒ جلد اول صفحہ 120)

نکاح بیوگان اور نکاح ثانی

سید احمد صاحب نے احیائے سنت کی ترویج میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔اس ضمن میں جو اہم کارنامے سرانجام دیئے ان میں سے ایک نکاح بیوگان تھا جس کا آغاز آپ نے اپنے گھر کی بیوگان کے نکاح سے کیا اور اس ہندوانہ رسم کا قلع قمع کیا۔چنانچہ آپ نے اپنے برادر سید اسحاق صاحب کی بیوہ سیدہ ولیہ سے کیا۔اور نکاح کی شیرینی ان کے ہاتھ سے تقسیم کروائی تا کہ سب کو باور کروائیں کہ یہ عمر سنت نبوی کے عین مطابق اور قابل عزت ہے۔

سید صاحب نے نکاح بیوگان کی تحریک کے بارہ میں مختلف علاقوں میں خطوط ارسال کیے۔شاہ اسماعیل نے ان خطوط کے مسودے تیار کر کے دہلی،رام پور،پھلت اور دیگر مرکزی مقامات پر ارسال کیے جس کی وجہ سے متعدد علاقوں کے شرفاء نے برضا و رغبت بیوہ خواتین سے نکاح کیے۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 148)

کھانا ضائع کرنے کی رسم کا خاتمہ

الہ آباد سے کلکتہ تک نومسلموں میں یہ رسم ابھی تک قائم تھی کہ شادی یا غمی کے موقع پر دیہاتی لوگ پتروں پر کھانا کھلاتے اور شہری مٹی کی رکابیوں پر۔اور جو کھانا بچتا وہ پھینک دیتے۔ سید صاحب کو اس بد رسم کا پتہ چلا تو آپ نے اس سے منع فرمایا کہ کھانا نعمت الٰہی ہے اسے یوں ضائع کرنا بے ادبی ہے۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 193)

فرقہ بندی کی مخالفت

آپ کے سسرال نصیر آباد میں پہلے سنیوں کی اکثریت تھی لیکن سید دلدار علی جو شیعہ مجتہد مانے جاتے ہیں ان کی تبلیغ سے اکثر لوگ شیعہ ہوگئے اور نصیر آباد میں شیعہ آبادی کی کثرت ہوگئی اور سنی تھوڑے رہ گئے۔ایک روز شیعہ اکثریت نے سنیوں کو تنگ کرنے کی ٹھانی اور محرم کی آٹھویں تاریخ کو جلوس نکال کر تبرا کرنے کا منصوبہ بنایا۔سنیوں نے بھی اپنے عزیز و اقرباء سے مدد طلب کی۔سید صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ کچھ احباب کے ساتھ نصیر آباد پہنچ گئے اور مختلف مراحل کے بعد بالآخر مصالحت ہوئی جو دیر پا قائم رہی۔

فریضہ حج کی تجدید

سید صاحب کے ہر کام کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی تھی۔ان ایام میں علمائے ہند نے بحری سفر میں درپیش خطرات کی وجہ سے فریضۂ حج کے اسقاط کا فتویٰ دے رکھا تھا جس پر سید صاحب سمیت مولوی عبد الحئی اور شاہ اسماعیل کو تحفظات تھے مولوی عبد الحئی اور شاہ اسماعیل نے اس فتویٰ کو کلیتاً رد قرار دے دیا۔اس پر شاہ عبد العزیزؒ سے اس بارہ میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی اس کی شاہ اسماعیل کی تائید کی۔لیکن مسلمانوں کو اس بارہ میں ایک عملی مثال کی ضرورت تھی چنانچہ سید صاحب نے حج کے لیے رخت سفر باندھا تو ہندوستان کے طول وعرض میں یہ بات پھیل گئی اور مسلمانوں میں فتویٰ بابت ساقط حج ہوا میں اُڑ گیا۔اور چار سو افراد کا قافلہ شوال 1236ھ کو رائے بریلی سے بے سروسامانی کی حالت میں حج کے لیے روانہ ہوا۔

(ملخص از سیرت سید احمد شہیدؒ از ابوالحسن ندوی صفحہ 253تا257)

عظیم آباد سے تبت میں تبلیغ کا انتظام

مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے سید صاحب عظیم آباد پہنچے۔یہاں بھی دیگر مقامات کی طرح متعدد لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔اسی جگہ چھ مردوں اور تین عورتوں پر مشتمل تبتیوں کا ایک قافلہ آپ سے ملا۔آپ نے انہیں اشاعت توحید اور اتباع سنت اور اجتناب شرک و بدعت کی تلقین کی اور انہیں تبت جا کر بھی انہی باتوں پر عمل کرنے کی تلقین کی۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تبت میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی۔

(سید احمد شہیدؒ صفحہ 202)

مکہ معظّمہ میں قیام

سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے سید صاحب مع قافلہ 29شعبان 1237ھ کو مکہ معظّمہ داخل ہوئے اور حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔5صفر تک پانچ مہینے دوران قیام مکہ آپ نے وہاں کے علماء وصلحاء سے ملاقاتیں کیں۔پھر مدینہ تشریف لے گئے اور روضہ رسولؐ کی زیارت کی۔سید صاحب تو بیت المقدس جانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اہل قافلہ کی وجہ سے نہ جاسکے۔

(ملخص از سیرت سید احمد شہیدؒ از ابوالحسن ندوی صفحہ 363)

مراجعت

مدینہ منورہ میں سردی کی شدت کافی ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے خواب میں آکر آپ سے فرمایا:

احمد! اب یہاں سے جاؤ تمہارے ساتھیوں کو سردی سے تکلیف ہے۔

(سیرت سید احمد شہید صفحہ 363)

چنانچہ آپ نے حج وداع کرکے واپسی کا سفر شروع کیا اور آخر شعبان 1239ھ کو واطن واپس پہنچے۔

رائے بریلی میں قیام

رائے بریلی میں جمادی الثانی 1241ھ تک ایک سال دس ماہ قیام کے دوران آپ نے مکانوں کی مرمت،مساجد کی تعمیر،دعوت جہاد،تبلیغ وارشاد،علمی و روحانی تربیت رفقاء کے غیر معمولی کام سرانجام دیئے۔

آغاز جہاد

سید صاحب کی ولادت سے قبل ہی ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔مغل حکومت کے بعد مسلمانوں کی طوائف الملوکی بھی اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔غیر مسلم اپنی طاقت بڑھاتے چلے جارہے تھے۔مسلمانوں کی سیاسی ابتری کے ساتھ دینی حالت بھی پسماندگی کا شکار تھی۔سید صاحب کو سن شعور سے ہی اس بات کا احساس تھا اور انہوں نے اپنی زندگی اسی کام کے لیے وقف کر رکھی تھی۔چنانچہ وطن واپس آکر جہاد کی تیاریوں میں پہلے سے بڑھ کر مشغول ہوگئے۔

پنجاب میں سکھوں نے ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔رنجیت سنگھ کے دور میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی سلب کر لی گئی۔اذانیں بند،ذبیحہ گائے منع کر دیا گیا۔مساجد کی حرمت کو پامال کر دیا۔جان،مال و عزت کا کوئی تحفظ نہ رہا تھا۔ان حالات میں پنجاب میں فوری مدد کی ضرورت تھی۔چنانچہ سید صاحب نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور سرحد کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔

سید احمد بریلویؒ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو مستثنیٰ قرار دے دیا تھا کیونکہ انگریزوں نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر پابندی نہیں لگائی تھی۔چنانچہ ایک صاحب نے ایک موقع پر آپ سے پوچھا:

آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کو کیوں جاتے ہیں انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں گھر کے گھر میں ان سے جہاد کرکے ملک ہندوستان لے لو یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہوجاوے گا۔

سید صاحب نے جواباً فرمایا:

سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے برادران اسلام پر ظلم کرتے اور اذان وغیرہ فرائض مذہبی کے ادا کرنے کے مزاحم ہوتے ہیں۔اگر سکھ اب یا ہمارے غلبے کے بعد ان حرکات مستوجب جہاد سے باز آجائیں گے تو ہم کو ان سے بھی لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو عبادت لازمی سے روکتی ہے۔۔۔ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں پھر ہم سرکار انگریزی سے کس سبب سے جہاد کریں۔

(مخزن احمدی صفحہ 91)

دعویٰ منصب امامت

حضرت سید احمد بریلویؒ نے 12جمادی الثانی 1242ھ کو منصب امامت پر قائم ہونے کے بارہ میں فرمایا:

اللہ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے اس فقیر یعنی سید احمد کو پہلے اشارات غیبی و الہامات لاریبی سے اس منصب شریف کی بشارت دی،پھر مومنین صادقین،سادات علمائے عظام،مشائخ کرام،خوانین عالی مقام اور خواص وعوام کی ایک جماعت کثیر کا دل مائل کرکے مجھ کو اس منصب سے مشرف فرمایا۔۔۔چنانچہ روز پنجشنبہ بتاریخ 12جمادی الآخرۃ 1242ھ مخلص مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے۔۔۔اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور فقیر کو اپنا امام قرار دیا اور اس کی امامت وریاست کو تسلیم کیا اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈالا اور اسی مہینے کی 13تاریخ کو جو جمعہ کا دن تھا خطبے میں فقیر کا نام داخل کیا۔

(سیرت حضرت سید احمد بریلویؒ صفحہ 531)

جہادی کاروائیاں

بیعت امامت کے بعد کافی تعداد میں دیگر خوانین نے بھی آپ کا ساتھ دیا اور ہندوستان سے امداد رقوم بھی آنے لگیں۔مجاہدین کی نوآبادیاں بھی قائم ہوئیں۔آپ داعیوں اور مبلغوں کو مختلف علاقوں میں وعظ ونصیحت کے لیے بھجواتے رہے۔جنگ شیدو ہونے سے قبل سید صاحب کو زہر بھی دیا گیا جس سے آپ دوران جنگ کبھی کبھار بے ہوش بھی ہوجاتے۔اسی دوران جنگ شیدو ہوگئی اور یار محمد خان اور درانیوں نے غداری کی اور اسکے میدان جنگ سے بھاگنے کی وجہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہوئے اور جنگ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کے بعد مختلف مہمات اور شب خون جاری رہے اور مجاہدین کو فتح نصیب ہوتی رہی۔اسی دوران ہنڈ کا قلعہ بھی فتح ہوا۔پھر زیدہ کی جنگ ہوئی جس میں یار محمد خان مارا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا۔پنجتار میں سید احمد صاحبؒ نے ان علاقوں کے قاضیوں کا تقرر لوگوں کی درخواست پر کیا۔اسی دوران حضرت سید صاحب نے سکھ لشکر کے مسلمان عہدیداران کو بتیس خطوط لکھے جس میں انہوں نے اسلامی تعلیمات اور جہاد کی حقیقت کے متعلق بتایا۔

پھر پائندہ خاں سے جنگ کے بعد مسلمانوں نے عشرہ اور امب پر بھی فتح حاصل کرلی۔اگلے روز سید صاحبؒ امب تشریف لے گئے۔شاہ کوٹ پر قبضہ ہوجانے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دریائے اٹک کے پار کی نولاکھ کی آمدنی کی جاگیر کے عوض مصالحت کی پیشکش کی نیز اپنی فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ پیش کیا۔لیکن کسی نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔

اسی طرح مختلف جنگیں ہوتی رہیں جیسے جنگ مردان،جنگ مایار،جنگ مظفر آباد وغیرہ جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔لیکن مقامی سرداروں اور خوانین اور مولویوں کو یہ بات ہضم نہیں ہورہی تھی کیونکہ ان کی من مانیاں ختم ہوگئی تھیں اور جو وہ بے دھڑک غیر شرعی کام کرتے تھے ان پر اب پابندیاں تھیں۔اس لیے انہوں نے بدعہدی کرکے سازشیں شروع کردیں اور فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔ان سرداروں نے منصوبہ بناکر مجاہدین کا قتل عام شروع کردیا۔پنجتار میں جہاں سید صاحب مقیم تھے وہاں پر بلوائیوں نے اپنا ڈیرہ جما لیا۔جس کی وجہ سے سید صاحب کو وہاں سے ہجرت کرنا پڑی۔

بالاکوٹ اور شہادت

حضرت سید احمد صاحبؒ نے پنجتار سے ہجرت کرکے بالاکوٹ کو اپنا مرکز بنایا جہاں کے سردار آپ کی مدد کے طلبگار تھے اور یہیں سے کشمیر کی طرف بھی بڑھا جاسکتا تھا۔24ذی قعدہ 1246ھ کو شیر سنگھ کی قیادت میں سکھ بالاکوٹ آئے۔پہلے تو مجاہدین غالب آئے اور سکھوں کو پسپائی ہوئی۔لیکن دوسرے حملے میں مجاہدین کی کافی تعداد کے ساتھ حضرت سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیلؒ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔

تبرکات امام الموحدین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کا جبّہ مبارک جس میں وہ بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے ان کی پگڑی، تلوار اور لاٹھی مبارک بونیر میں مولانا ولایت علی صادق پوریؒ کی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔

ازواج و اولاد

حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ نے تین شادیاں کیں۔پہلی سیدہ زہرہ سے جن سے ایک صاحبزادی سیدہ سائرہ پیدا ہوئیں، دوسری شادی اپنے بھائی کی بیوہ سیدہ ولیہ سے اور تیسری شادی زہرخورانی کے بعد اطباء کے مشورہ پر سرحد میں سیدہ فاطمہ سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادی سیدہ ہاجرہ ہوئیں۔حضرت سید صاحب کی صرف دو ہی مذکورہ بالا صاحبزادیاں تھیں۔

نبیلہ رفیق۔ ناروے

احمدیت کا ورثہ

محترمہ اقبال خاتون مرحومہ کا قبول احمدیت

ناروے جماعت کی ایک بزرگ ممبر محترمہ اقبال خاتون (اہلیہ مکرم عبدالطیف مرحوم) جن کا خاندان ناروے میں آنے والے ابتدائی لوگوں میں شمار ہوتا ہے 29.09.2021 کو تقریباً اڑھائی ہفتے اسپتال میں اسٹروک کی تکلیف میں مبتلا رہ کر وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور ناروے کے بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئیں۔ آپ 1935ء میں ہندوستان کے شہر لکھنو کے قریبی قصبہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والدین، وہابی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔تقسیم ہند کے بعد اپنی بڑی بہن اور بہنوئی (مکرم عبدالرحمان دہلوی) کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئیں۔ پاکستان میں ان کی شادی مکرم قریشی عبداللطیف ابن مکرم عبدالشکور قریشی مرحوم جو مکرم قریشی ڈاکٹر لطیف احمد مرحوم کے چچا زاد بھائی تھے کے ساتھ انجام پائی۔ 1976ء میں قسمت اس خاندان کو ناروے لے آئی، جبکہ ان کے شوہر پہلے سے یہاں آ کر آباد ہو چکے تھے۔ خالہ جان اقبال خاتون سے میری پہلی ملاقات مسجد نور (اوسلو)، میں ہوئی ان کے اردو کے لہجے نے فوراً مجھے اپنی طرف کھینچا۔ اہلِ زبان تھیں اور انتہائی شستہ اردو بول رہی تھیں۔ میں نے ان سے پہلی ملاقات میں ہی پوچھ لیا کہ آپ لکھنو سے آئی لگتی ہیں۔ میرا ان کے ساتھ عمر کے حساب سے تو دوستی کا کوئی جوڑ نہیں بنتا تھا مگر ان کی باتوں کا شستہ پن، دلچسپ گفتگو اور گفتگو کے درمیان برجستہ محاورے، اور محاورے بھی وہ جو ہم نے کبھی انتظارحسین اور ان کے ہم عصر ادیبوں کے افسانوں میں پڑھے ہوئے تھے نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ پاکستان چھوڑے پانچ برس گزر چکے تھے، ان سے مل کر ایسے لگا جیسے کسی ادبی لائبریری میں پہنچ گئی ہوں۔ ہم دونوں کی بہت جلد دوستی ہوئی جو آخر دم تک رہی۔خوش پوش اور خوش نفیس مزاج کی حامل بہت وضع دار طبیعت والی شخصیت تھیں۔ ایک دو دفعہ کی ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ موصوفہ، باوجود اس کے کہ کالج وغیرہ کی تعلیم یافتہ نہیں مگر ادب کا بہت ذوق رکھتی ہیں، ہر قسم کے ادبی، علمی اور کتابیں چٹکیوں میں ختم کر دیتی ہیں، الفضل کا ہر مضمون اور اعلان انہیں یاد ہوتا تھا۔

جماعتی خدمات

محترمہ خالہ جان کی جب تک صحت اور طاقت رہی مجلس کے اور جماعتی ہر قسم کی تقریبات میں شامل ہوتی رہیں اور تندرستی کی حالت میں مقدور بھر خدمات بھی انجام دیتی رہیں۔ سلائی، کپڑوں کی کٹائی اور بنائی میں خالہ جان کو اچھی خاصی مہارت تھی، اس ہنر سے آپ نے لجنہ کو اچھا خاصا فائدہ پہنچایا خود کام کرنے کے اعتبار سے بھی اور نئی لجنہ کو سکھانے کے اعتبار سے بھی۔ ہماری لجنہ مجلس ایک اور کام کے لئے بھی ان کی شکر گزار ہے۔ مجھے تاریخ تو یاد نہیں لیکن یہ 1990/91ء کی بات ہے کہ خواتین کی میت کے لئے کفن کی پیمائش، کٹائی اور نہلانے کے طریق کا معاملہ اُٹھا تو معلوم ہوا کہ خالہ جان مرحومہ کو یہ کام آتا ہے، انہوں نے کفن کی پیمائش۔ کٹائی اور میّت کو نہلانے کا کام اپنے ذمے لیا اور پھر کچھ دوسری لجنات کو بھی اس میں ماہر کیا۔ اس وقت سے ناروے لجنہ کی یہ مشکل حل ہو چکی ہے۔ اسّی اور نوّے کی دہائی میں چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ متعدد مرتبہ ناروے (اوسلو) میں تشریف لائے، مربی سلسلہ کمال یوسف صاحب کی بیگم صاحبہ نے خالہ جان کو بھی خلفاء کا کھانا بنانے کے لئے ذمّے داری دی۔ چونکہ ان کے ہاتھ میں بہت لذّت تھی۔ کھانا بہت پریم سے اور مزے کا بناتی تھیں۔ اور نئی سے نئی لکھنوی ڈشز تیار کرتی تھیں۔ خالہ جان کو اپنے ہاتھ کا لکھنوی کھانے کے علاوہ کسی اور کا کھانا پسند نہیں آتا تھا۔ اس سلسلے میں تین برس قبل کی بات ہے جب میں ان سے ان کی زندگی کے حالات پوچھ کر لکھ رہی تھی تو انہوں نے خلافت رابعہ کے ناروے کے دورے کے دوران ہونے والی ایک خوبصورت بات مجھے بتائی۔

’’حضور (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے لئے مربی صاحب کے کہنے پر ایک دن میں نے ایک لکھنوی ڈش بنائی (مجھے بالکل نہیں یاد کہ ڈش کا نام کیا تھا، میرے ساتھ ایک اور خاتون بھی تھیں ان کو بھی ڈش کا نام یاد نہیں رہا) بہرحال خالہ جان کے مطابق، کھانے کے وقت پیغام آیا کہ یہ کھانا کس نے بنایا ہے، انہیں حضورؒ نے یاد کیا ہے چونکہ میں نے میٹھا بھی بنایا تھا، مربی صاحب کی بیگم نے کہا کہ میں اور آپ دونوں جاتی ہیں۔ مجھے اندر سے خوف آ رہا تھا کہ شائد حضور کو کھانا پسند نہیں آیا۔ حضور نے پوچھا ’’کیا یہ ڈش بہار والوں کی ہے کس نے بنائی ہے؟ کیسے بنتی ہے؟ بہت مزے کی ہے‘‘

پھر میری تسلّی ہوئی کہ حضور کو پسند آئی ہے اور میں نے بتایا کہ یہ بہاری نہیں لکھنوی ڈش ہے اور اس کا نام بھی بتایا اور حضور نے اس کا طریقہ بھی پوچھا خالہ جان نے بڑی محبّت اور رسانیت سے ہمیں یہ قصّہ سنایا۔ جمعہ سے خالہ جان کو محبت تھی جمعہ ضرور پڑھنے آتیں اور ان کی یہ خواہش Covid19 تک ان کے اکلوتے بیٹے (محترم عبدالرحمٰن محمود) اور ان کی بہو (عابدہ محمود) نے ماشاءاللّٰہ خوب ذمّے داری سے نبھائی۔

جوان بیٹی کی وفات پر صبر و رضا اور اقرباء سے حسنِ سلوک

ان کی زندگی میں ان کے ساتھ شوہر کی وفات کے بعد ایک اور بہت بڑا حادثہ ہو گیا جب ان کی جواں سال بیٹی (مبارکہ جعفری اہلیہ سیّد رضا عباس جعفری) چھوٹے چھوٹے پانچ بچے چھوڑ کر وفات پا گئیں، اس حادثے نے ان کو کھوکھلا تو کر دیا مگر ان کے بہو بیٹے، اور پوتے پوتیوں نے انکی خدمت اور دل بہلانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی، شائد یہی وجہ تھی اور کچھ طبیعت میں خودداری بھی بہت تھی کہ ہم نے ان کو کبھی بیٹی کے غم میں روتے دھوتے نہیں دیکھا۔ بیٹی کے بعد ان کی دولت ان کا بیٹا مکرم عبدالرحمٰن تھے، بیٹے اور بہو نے بھی والدہ کو کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی، مگر خالہ جان میں حد درجہ خودداری تھی، ان کی کوشش یہی ہوتی کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صبر کا اجر انہیں دے۔ میں اکثر ان کی طبیعت کا پوچھنے ان کے ہاں جاتی تھی مگر وہ کبھی بھی بیٹی کو یاد کر کے بے صبری کی گفتگو نہیں کرتی تھیں۔ بیٹے کے ساتھ رہنے میں قانع تھیں۔ پوتے پوتیوں سے بے حد لگاؤ اور شفقت کا سلوک تھا۔ خالہ جان کا ایک وصف اقربا پروری تھا۔ گو کہ ان کے کچھ عزیز غیر احمدی تھے، لیکن یہ ان عزیزان کے ساتھ بھی ویسے ہی لگاؤ اور محبت رکھتیں۔ ان کی ایک بھتیجی اور بھتیجی کی بیٹی جو احمدی نہیں تھیں، ان کے حالات بہت تنگ تھے، خالہ جان کے پاس جب بھی میں جا کر بیٹھتی وہ ان کی بات کرتیں، ان کے حالات پر کڑھتیں اور ان کی مدد کرنے کی مسلسل کوشش کر رہی ہوتیں، انہوں نے برس ہا برس اپنے ان عزیزوں کی مالی مدد کی ہے، ان کی بہو نے بتایا کہ وفات سے پہلے وہ اپنے ان عزیزوں کے لئے بہت پریشان تھیں کیونکہ ان کی بیٹی کی شادی تھی اور خالہ جان کو ان کی ضروریات کے متعلق بہت فکر تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے آمین۔ خالہ جان کو اللہ تعالیٰ نے عمرہ ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی، یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی صفا اور مروہ پر چھت نہیں ڈالی گئی تھی۔ انہوں نے بارہا میرے سامنے اللہ کے اس احسان کو یاد کر کے شکر ادا کیا۔

مرحومہ کی زبانی، بیعت کرنے اور ہندوستان سے ہجرت کرنے کے حالات

مجھے معلوم تھا کہ خالہ جان نے بچپن میں اپنے شوق سے احمدیت قبول کی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ وہ اپنے خاندان میں قبولِ احمدیت اور کچھ مزید حالات لکھ دیں۔ اس لئے خاکسار نے ان سے درخواست کر رکھی تھی کہ آپ اپنی بیعت کا قصہ، اور ہندوستان کی لجنہ کے ابتدائی حالات جو بھی یاد ہوں میرے لئے لکھ دیں تو نوازش ہوگی لہٰذا خاکسار کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے وفات سے دو ماہ قبل

انہوں نے نہات باریک لکھائی میں کچھ حالات لکھے، جسے ان کی پوتی نے مجھے کمپیوٹر پر بھیج دیا۔ وفات سے تین، چار ہفتے قبل میں نے فون پر بات کی تو، مجھے تمام لکھی ہوئی تحریر کھول کھول کر بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے دل میں ڈالا کہ اتنا وقت مجھے دے دیں۔مضمون مکمل ہوگیا تو آپ خاموشی سے اپنے رب کے حضور رخصت ہوگئیں۔ان کی لکھی ہوئی تحریر حاضر ہے۔

’’میری پیدائش 1935ء کو لکھنؤ کے قریب ایک ضلع اوناو میں قصبہ رنجیت سنگھ، پروا کے علاقے میں ہوئی۔ مکرم عبدالرحمٰن دہلوی مرحوم کے بیٹے فضل الرحمٰن عامر صاحب نے اپنے والدین کی یاد میں ایک کتاب (بنام آئی جو ان کی یاد) لکھی ہے اس میں محترمہ نسیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ (عبد الرحمان دہلوی صاحب) کی لکھی ہوئی تحریر کے مطابق ان کے جدِّ امجد راجہ داہر کے خاندان سے تھے، جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا، اور نہ جانے کس مناسبت سے یہ خان زادے کہلاتے تھے آج بھی ان کے محلّے کا نام محلہ خانزادہ ہے۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ خاندان میں احمدیت کس کے ذریعہ آئی، یہ معلوم ہے کہ میری پھوپھی کے ایک بیٹے احمدی تھے۔ ان کی وجہ سے ہمارے گھر میں بھی احمدیہ جماعت کا ذکر چلتا رہتا، ہوسکتا ہے ان کے علاوہ بھی کوئی اور احمدی ہو۔ جب ذرا بڑی ہوئی تو میرے شعور میں یہ بات آئی کہ میرے والد احمدیوں کے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ سے دو دفعہ ملاقات کرنے قادیان گئے ہیں اور میرے سننے میں یہ بھی آتا رہا کہ والد صاحب حضور کے ساتھ خط وکتابت بھی رکھتے ہیں۔ بہت بچپن کی ایک بات مجھے یاد ہے کہ، گھر میں سب باتیں کر رہے تھے کہ مرزا بشیرالدین محمود صاحبؓ سفر کے دوران لکھنؤ کے قریب کسی اسٹیشن پر رکیں گے۔ میری یادداشت میں ہے کہ میرے پھوپھی زاد بھائی تو گئے ہی تھے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مرد و خواتین ان کی ملاقات کو گئے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ہمارے گھر میں، ہماری بڑی آپا محترمہ نسیمہ بیگم (اہلیہ مکرم عبدالرحمٰن دہلوی) ہمارے اپنے گھر میں احمدیت لانے کا سبب بنیں۔ کچھ یوں ہوا کہ قادیان، احمدیت اور مرزا صاحب (میرے ذہن میں مرزا محمود احمدؓ ہے) کا نام ہمارے ہاں اکثر ہوتا۔ مجھے اب زیادہ یاد نہیں آرہا بس اتنا یاد ہے کہ قادیان میں جوبلی کی تقریبات ہوئیں، میری بڑی آپا نسیمہ، (اہلیہ مکرم عبدالرحمٰن دہلوی) جو مجھ سے بارہ سال بڑی تھیں قادیان میں ہونے والی جوبلی کی تقریبات میں شرکت کے لئے گئیں، گوکہ ہمارے پھوپھی زاد بھائی کے سوا ہمارے خاندان میں اُس وقت تک کسی نے باقاعدہ احمدیت قبول نہیں کی تھی، لیکن پھر بھی نہ جانے کیا بات تھی کہ بڑی آپا، کسی نہ کسی طرح قادیان کی ان بابرکت تقریبات میں شامل ہونے کے لئے گئی تھیں اور وہاں سے بیعت کا شرف لے کر واپس آئیں، یوں اللہ کے فضل سے ہمارے گھر میں احمدیت بڑی آپا لے کر آئیں۔ الحمد للّٰہِ۔

ہماری آپا کس جذبے سے، کیسے؟ کیوں؟ اور کس طرح اکیلی، تنِ تنہا قادیان پہنچیں۔اس کے متعلق میں زیادہ نہیں لکھ سکتی مختصر یہ کہ یہ داستان اپنی ذات میں ایک مہم ہے۔ بہر حال ہماری آپا کا ہمارے خاندان پر احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں احمدیت کی راہ دکھائی۔ ان کے آنے کے بعد میری والدہ نے بھی بیعت کرلی، کیسے کرلی یہ سب کچھ میرے ذہن میں نہیں ہے (میری والدہ میرے بچپن میں وفات پاگئی تھیں،ان کے متعلق زیادہ باتیں یاد نہیں) مگر یہ ضرور مجھے معلوم ہے کہ میرے والد صاحب کو اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایک مرتبہ عید کا موقعہ تھا، اس وقت میری عمر دس سال کے لگ بھگ تھی، میں اپنے پھوپھی زاد بھائی (جو احمدی ہو چکے تھے) کے ہاں تھی وہاں عید کی نماز ہو رہی تھی، میں بھی شامل تھی۔ مجھے یاد ہے مرد باہر لان میں نماز پڑھ رہے تھے، بھائی صاحب نے نماز پڑھائی۔عید کی تقریب ختم ہوئی تو نہ جانے کیا جذبہ تھا؟ میرے دل میں کیا خیال آیا کہ میں ایک پوسٹ کارڈ لے کر بھائی صاحب کے پاس گئی کہ مجھے یہاں قادیان کے لئے خط لکھ دیں میں نے بھی بیعت کرنی ہے اور احمدی ہونا ہے۔ اب تک مجھے کبھی کسی نے نہیں کہا تھا کہ تم بھی بیعت کرلو، یہ خیال مجھے خود ہی آیا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بھائی صاحب کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا، مگر وہ بولے کچھ نہیں۔ خاموشی سے ایک الگ کاغذ پر مجھے حضور کے نام بیعت کرنے کا مضمون لکھ دیا۔ میں نے اس تحریر کو پوسٹ کارڈ پر اتار لیا،، بھائی صاحب نے وہ کارڈ ڈاک میں ڈال دیا، کچھ دنوں بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ ’’قادیان سے واپسی جواب آ گیا ہے تمہاری بیعت منظور ہوگئی ہے‘‘۔لکھنو میں کسی کے گھر میں جماعتی اجلاسات وغیرہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کا مجھے یاد ہے کہ اس اجلاس میں میں شامل ہوئی تو مرکز یعنی قادیان سے مہمان آئے ہوئے تھے جن کی وجہ سے بڑی گہما گہمی تھی۔مہمانوں میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی۔

نئے وطن، پاکستان کی طرف ہجرت

خالہ جان نے میری فرمائش پر تقسیمِ ہند کے متعلق، پاکستان ہجرت کا مختصر واقعہ ایسے سنایا ’’کہ تقسیم کا حتمی وقت آنے سے کچھ عرصہ قبل ہم تک یہ اطلاع تھی کہ قادیان پاکستان میں شامل ہوگا، ہمارے گھر کے علاوہ دوسرے احمدی لوگوں نے بھی اپنے اپنے طور پر قادیان پہنچنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ لیکن سفر آسان نہیں تھا۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام اتنا وسیع نہیں تھا کہ لوگ آسانی سے سفر کرسکتے۔ بہرحال ہم دو کزن بہنیں اور ایک بھتیجی 1947 کو جون کے مہینہ میں قادیان پہنچ گئے۔ ہماری بڑی آپا اپنے سسرال کے ساتھ قادیان ہی میں رہتی تھیں۔ وہاں ایک مکان کرائے پر لیا اور کچھ ہفتے سکون کے کاٹے۔ کچھ دنوں میں خبر آ گئی کہ قادیان تو پاکستان میں نہیں شامل ہو رہا۔ بہت پریشانی کا عالم تھا، قادیان میں ہرطرف انڈین فوج آ چکی تھی، بجلی بند پانی، بند، بجلی بند تو آٹا پیسنے والی چکّی بھی بند، گھر میں پکانے کا کوئی سامان نہ ہوتا، باہر نکلا نہ جاتا، ایک روز ہمارا دروازہ اور کھڑکیاں بار بار کھڑکیں، کوئی صاحب تھے انہوں نے ہمیں بتایا کہ سوائے آپ کے اس محلے کا ہر مکان خالی پڑا ہے، ہم جس حال میں تھے اور وہ ایک ایک تھیلا جو ہم نے اپنے لئے تیار کر رکھا تھا اٹھایا اور باہر بھاگے۔ کسی بورڈنگ ہاؤس میں مرد اور عورتیں الگ الگ جمع ہو رہے تھے۔ یہ ایک لمبی داستان ہے جس میں خوف ہی خوف تھا، بہر حال ہم بہت دن کے انتظار کے بعد فوجی ٹرکوں پر کسی نہ کسی طرح پاکستان کی سرحد میں داخل ہو گئے۔‘‘

پاکستان میں ربوہ کا پہلا جلسہ

خالہ جان نے خاکسار کو بارہا بہت سی باتیں بتائی ہوئی ہیں۔ لیکن میری کوشش ہے کہ زیادہ تر وہی لکھوں جو انہوں نے آخری ملاقات میں کی تھیں یا لکھ کر دی تھیں۔ پاکستان میں ہجرت کرنے کے بعد ربوہ میں ہونے والے پہلے جلسہ کے مناظر بھی انہیں یاد تھے۔ میری خواہش پر انہوں نے ایسے بیان کیا کہ ’’پاکستان میں جماعت کی ضروریات دیکھتے ہوئے بہت جلد، حضرت مصلحِ موعودؓ نے اللہ سے اذن پاکر دریائے چناب کے کنارے جماعت کا نیا مرکز قائم کردیا، ہمیں بھی کسی کے ذریعے اطلاع ملی کہ، چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے کنارے کوئی جگہ منتخب کی گئی ہے۔ ایک سال سے کم عرصہ میں وہاں جلسہ ہونے کی اطلاع بھی پہنچ گئی۔ یوں پاکستان میں ہونے والے پہلے جلسہ سالانہ پر مجھ عاجز کو بھی جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔۔۔۔۔یہاں اللہ تعالیٰ نے وہ موقعہ اور سعادت بخشی جس کے متعلق شائد کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ جلسہ کے قیام کے دوران جب کہ خواتین ایک خیمے میں بیٹھی تھیں کہ اطلاع ملی کہ حضورؓ تشریف لارہے ہیں۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کے بعد حضرت مصلحِ موعودؓ حضرت چھوٹی آپا کے ساتھ وہاں تشریف لائے سلام کیا سب کا مشترکہ حال احوال پوچھا اور پھر ہم خواتین سے مشترکہ بیعت کی تقریب عمل میں آئی، حضورؓ بیعت کے الفاظ کہتے اور ہم خواتین ان کے پیچھے پیچھے الفاظ دُہراتی رہیں، دعا کے بعد حضورؓ واپس تشریف لے گئے۔ یوں مجھ عاجز کی حضور انور سے دستی بیعت ہوگئی‘‘

اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اور ان کی بہو، عابدہ بیٹے عبدالرحمان اور ان کے چاروں بچوں، ابراہیم، فرحان، آمنہ اور صوفیہ کو جزائے خیر عطا کرے، انہوں نے اپنی دادی اور ہماری خالہ جان کی بہت خدمت کی ہے۔ آمین۔

قاف۔سین۔احمد

ساڈے ہتھ پیالہ زہر دا۔۔۔۔۔

جنگ احد میں جب کفار کی طرف سے اسلامی لشکر کو کچھ نقصان پہنچا تو سردارِ لشکر ابو سفیان نے تعلّی سے بھر پور نعرہ لگایا کہ اِن لنا العزی ولا عزی لکم یعنی ہمارے لئے عزّیٰ (ایک مشہور بت) ہے اور تمہارے لئے کوئی عزّیٰ نہیں۔ اس پر بے قرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اس کو جواب دو کہ اللّٰہ مولانا ولامولیٰ لکم ’’کہ اللہ تعالیٰ ہمارا آقا ہے اور تمہارا کوئی آقا نہیں‘‘

دراصل یہ ایک وقتی نعرہ نہیں تھا بلکہ دائمی سچائی کا اظہار تھا کہ جس خدا نے اسلام کو زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے ذریعہ دنیا کی ہدایت کے لئے اتارا ہے وہ اسکی حفاظت کا بھی ہمیشہ ذمہ دار رہے گا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس پیغام کو اس تیز رفتاری سے دنیا میں پھیلایا کہ چند سال کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے موقع پر ان تمام بتوں کو جن کی مدد پر مشرکین ناز کرتے تھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اسلام کی ترقی کو دنیا بھر میں کوئی روک نہ سکا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عالم اسلام میں بعض کمزوریاں بھی ظاہر ہوتی رہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئیوں کے مطابق ہر صدی پر ایک ایسا شخص کھڑا ہوتا رہا جس نے امّت کی صحیح راہ نمائی کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں دوبارہ درست راستے کی طرف گامزن کر دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کی نشانیوں میں دجال کے ظہور اور یاجوج ماجوج کے دنیا میں غالب آجانے کی خبر دینے کے ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی عطاء فرمائی کہ ان تمام فتنوں کے سدّباب کے لئے خدا تعالیٰ ایک مسیح اور مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ جو ان تمام فسادوں کا قلع قمع کرکے بنی نوع انسان کا رخ دوبارہ خدا تعالیٰ کی طرف موڑنے کا عظیم الشان کام سرانجام دے گا۔

چنانچہ انہی پیش گوئیوں کے عین مطابق انیسویں صدی کے آخر پر خدا تعالیٰ نے قادیان میں حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو مبعوث فرما کر یہ کمر توڑ دینے والی ذمہ داری آپ کے سپرد کردی اور دنیا نے ایک بار پھر زبانِ حال سے مشاہدہ کیا کہ وہ نعرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان احد میں لگایا تھا۔ اسی کے تتبع میں آپ نے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ’’آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرّے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہر گز ضائع نہیں ہوسکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔‘‘

’’اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہوجاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ’’وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ (لیکچر لاہور)

جوں جوں سائنسی ترقیات کے باعث دنیا قریب سے قریب تر ہوتی چلی جارہی ہے توں توں انسانوں کے آپس میں اختلافات اور تنازعات بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ نت نئی ایجادات نے جہاں بنی نوع انسان کو بہت سی آسانیاں فراہم کی ہیں وہاں خطرناک ترین ہتھیار اکٹھے کرنے کی دوڑ بھی تیز تر ہوتی چلی جارہی ہے۔ نتیجتاً اگر ممالک کی آپس میں جنگ ہو جائے تو ان مہلک ہتھیاروں کے باعث انسانیت کے معدوم ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہے گی۔

جماعت احمدیہ کے قیام کا ایک بڑا مقصد انسانیت کی خدمت اور امن کی طرف واپسی کا سفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

میرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

چنانچہ اسوقت دنیا میں جماعت احمدیہ واحد جماعت ہے جو کسی رنگ، نسل مذہب یا قومیت کی تفریق کئے بغیر انسانیت کی بہتری اور امن وسکون کے لئے کام کررہی ہے۔ دوصد ممالک میں پھیلی ہوئی یہ جماعت اسکولوں اور ہسپتالوں کی تعمیر، پانی کی فراہمی کے منصوبے، زراعت کے پروگرام اور بے شمار فلاحی کاموں میں دن رات سرگرم ہے۔ اس کے علاوہ خلیفة المسیح اپنے خطبات، تقاریر اور میٹنگز میں دنیا میں امن کے قیام اور انسانیت کی خدمت کے حوالہ سے مختلف سیاستدانوں، لیڈروں اور پارلیمنٹس میں انصاف اور برابری کے اصولوں کو نافذ کرنے کی طرف دن رات توجہ دلا رہے ہیں۔

دنیا بھر میں اس جماعت کے علاوہ کوئی ایسی تنظیم یا تحریک نہیں جو بین الاقوامی سطح پر اس طرح بنی نوع انسان کی راہنمائی کا نہ صرف دعویٰ کرتی ہو بلکہ عملی طور پر دن رات اس مقصد کے لئے کوشاں بھی ہو اور جیسے جیسے جماعت دنیا میں پھیل رہی ہے خدمت انسانیت کے یہ منصوبے بھی وسعت اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔

جماعت کے افراد کو عموماً تعلیم یافتہ اور مہذب تسلیم کیا جاتا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں احمدی احباب باقی ماحول سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ باوجود انتہائی مخالفت کا سامنا کرنے کے اور مخالفین کی طرف سے ہر ناجائز حربہ استعمال کرنے کے احمدی تعلیم کے میدان میں، تہذیب کے میدان میں، معاشیات کے میدان میں، معاشرتی میدان میں اپنے گرد ونواح سے بہتر نظر آتے ہیں اور بہتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اگر غور کریں اور تعصب کی عینک اتار کر حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو صاف نظر آتا ہے کہ کوئی نادیدہ طاقت ان کی مدد کررہی ہے۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو ایک خلیفہ کی اطاعت کرتی ہے اور جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ خلافت کے انعام کے باعث ان کے خوف امن میں بدل دیئے گئے ہیں اور انہیں تمکنت اور طمانیت عطا کی گئی ہے۔

ایک ایسی تنظیم کو جو ایک ہاتھ پر اٹھنے اور ایک ہاتھ پر بیٹھنے کے عہد کے ساتھ خلافت سے وابستہ ہے اور خلیفہ وقت بھی اپنا دن رات ایک کرکے افراد جماعت کی بہتری اور ترقی کے لئے نہ صرف خدا کے حضور دعاؤں میں مصروف ہیں بلکہ چوبیں گھنٹے افراد جماعت سے رابطہ میں ہیں۔ کسی کو کوئی تکلیف، کوئی پریشانی، کوئی بیماری، کوئی خوشی، کوئی کامیابی نصیب ہو، رشتے ناطے کے مسائل، بچوں کی تعلیم وتربیت، ملازمت، مقدمات، وراثتی جھگڑے حتیٰ کہ نومولود بچوں کے نام رکھنے کے لیے بھی افراد جماعت خلیفہ وقت کو اپنے ان معاملات میں دعا کے لئے بھی درخواست کرتے ہیں اور راہنمائی بھی طلب کرتے ہیں اور دوصد ممالک میں پھیلے ہوئے لاکھوں احمدیوں کو خلیفہ وقت خود جواب دیتے، راہنمائی فرماتے اور دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔

حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے خلافت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ’’تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے‘‘

دنیا کا کوئی اور لیڈر ایسا نہیں ہے جو اپنے متبعین کے خطوط کا خود مطالعہ بھی کرتا ہو اور انہیں جواب سے بھی نوازتا ہو۔ افراد جماعت اور خلیفہ وقت کا ایسا مضبوط رشتہ باہمی محبت اور اعتماد پر قائم ہے جس کی مثال دنیا بھر کی کسی اور تنظیم میں نہیں ملتی۔ اور افراد جماعت کو ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے شکر کے جذبات کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے کہ کوئی مخالف اس تعلق میں دراڑ نہ ڈال سکے۔ مخالفین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ وہ خلافت کے درخت سے جماعت کا پیوند توڑ دیں۔ کیونکہ جب تک یہ پیوند قائم ہے اس وقت تک کوئی دشمن جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ گزشتہ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ مخالفین نے خلیفہ وقت اور جماعت کے اس مضبوط پیوند کو مختلف غلط فہمیاں پھیلانے اور حیلوں بہانوں سے توڑنے کی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے ہمیشہ اپنی قائم کردہ خلافت کی

مدد فرمائی اور تمام پلید منصوبے خاک میں ملا دیے۔

حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرُ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرُ اللّٰہَ۔ جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں۔ خلیفہ وقت جو ہماری بہتری کے لئے، ہمارے آرام کے لئے، ہماری ترقی کے لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا بھر میں بلند کرنے کے لئے اپنے آرام کو تج کے اپنی صحت سے بے پرواہ ہو کر۔ اپنے اہل خانہ کو دیے جانے والے وقت کو ہماری خاطر قربان کر کے صرف اور صرف ہم سب کی بہبود کے لیے دن رات محنت اور دعاؤں میں مصروف ہیں۔ ان سے تعلق کا دم بھرنے والوں کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ جذبہ شکر گزاری اور جذبہ عقیدت و محبت کے ساتھ اس تعلق کو برقرار رکھیں اور جس طرح ہماری ذرا سی تکلیف اور پریشانی کو محسوس کر کے وہ ہمارے لئے خدا سے خیر مانگنے میں مصروف ہیں ہم بھی ان کے لئے روزانہ دعا کو اپنی عادت بنالیں اور ہر کام میں کامل اطاعت کا ثبوت دے کر آپ کے دل کی تسلی کا موجب بنیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کے دوران ایک نظم میں جماعت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا۔

گریۂ یعقوب نصف شب خدا کے سامنے
صبر ایوبی برائے خلق باخندہ جبیں
قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
اَنگنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں
آج فرزند مسیحائے زماں بیمار ہے
دعویٰ دارانِ محبت سو رہے جاکر کہیں

خدا کرے کہ جماعت کو بھی آپ کے لیے قرۃ العین بننے کی توفیق عطا ہو اور آپ کی نگرانی میں یہ قافلہ جس کی بنیاد آنحضورؐ کی پیشگوئیوں پر رکھی گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود سے جسے دوبارہ دنیا کی صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کرنے کی قوت عطا کی گئی ہے۔ خدمتِ انسانیت کے اپنے اس عظیم سفر پر کامیابی کے ساتھ رواں دواں رہے۔

ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ساڈے ہتھ پیالہ زہر دا
اساں ویلے دے سُقراط
اساں کھنڈ بناندے کھار نوں
ساڈی جگ توں وکھری بات

شہلا احمد۔ امریکہ

ناجی صاحب! ہم خدا کی جماعت ہیں

جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کیا تو کفار مکہ نے آپ کو ہر قسم کا لالچ دیا اور کہا کہ اگر آپ دعوی نبوت سے پیچھے ہٹ جائیں تو ہم آپ کو ہر قسم کا آرام دیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دو تو پھر بھی خدا کی قسم! میں اس دعوی سے جو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ ہمارے سامنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے۔

جو لوگ انبیاء کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ زمانہ قدیم سے یہ روایت رہی ہے کہ انبیاء اور ان کے پیروکاروں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، انہیں ستایا جاتا ہے اور اس کی شدید مخالفت کی جاتی ہے تاکہ وہ اس راستے کو چھوڑ دیں جو انہوں نے اللہ کی محبت میں اختیار کیا تھا اور جس کی طرف وہ خدا کے حکم سے دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔

جب ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوی کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث کیا ہے تو کفار مکہ نے آپ کو ہر قسم کی پیشکشیں کیں کہ اگر وہ ایمان سے دستبردار ہو جائیں اور اس دعویٰ نبوت سے پیچھے ہٹ جائیں۔ وہ ان پر پیسوں کی بارش کریں گے۔

ایک دن حضرت ابوطالب نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ان سے نہایت نرمی سے بات کی اور فکرمندی سے کہا کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کر دیں۔ اس تجویز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے جواب دیا۔

’’اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اپنے کام سے دستبردار ہو جاؤں تو میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک کہ اللہ اپنا راستہ ظاہر نہ کر دے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں‘‘

بحیثیت احمدی مسلمان ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت بطور نمونہ ہے۔ ہمیں مادی فوائد حاصل کرنے یا کامیاب ہونے کے لیے دھوکے پر مبنی دنیاوی منصوبے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے اور وہ خود ہی منصوبے بنائے گا کہ اس کی جماعت کیسے کامیاب ہو۔ اس نے ہمیں ماضی میں بھی اپنے بہت سے نشان دکھائے ہیں اور وہ آئندہ بھی دکھائے گا۔ اللہ سب منصوبہ سازوں سے بہتر ہے۔

حال ہی میں مجھے یوٹیوب پر ایک ویڈیو نظر آئی جس میں مسٹر ناجی نے کچھ خیالات شیئر کیے تھے جنہیں انہوں نے احمدیوں کے لیے تجاویز قرار دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی حیثیت سے جن کے آنے کی پیش گوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور خدا کی طرف سے جن کو اس مقام پر مامور کیا گیا تھا، کیا ہم احمدیوں کو اللہ اور اس کے نمائندوں کی بات ماننی چاہیے یا ان لوگوں کی جو خدا کے نمائندے کو نہیں پہچان سکے؟ اگر ہم انسانوں کی بنائی ہوئی جماعت ہوتے جو دنیاوی خواہشات کے لیے تشکیل دی گئی ہوتی تو ہم ان تجاویز کے مطابق سوچتے جو مسٹر ناجی شاید خلوص کے ساتھ شیئر کر رہے ہیں۔ لیکن ہم خدا کی جماعت ہیں۔ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام امام الزماں تک پہنچایا ہے جناب ناجی ٹھیک کہتے ہیں کہ کچھ ممالک میں احمدیوں کو جس مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا سامنا کوئی عام آدمی نہیں کرسکتا لیکن ہم عام لوگ نہیں ہیں۔ ہم خدا کی جماعت ہیں۔

جناب ناجی سے میرا سوال یہ ہے کہ کیا انبیاء اور ان کے پیروکاروں نے کبھی ان تجاویز پر عمل کیا جو آپ ہمیں دے رہے ہیں؟

اگرچہ میں امید کرنا چاہتی تھی کہ مسٹر ناجی کی تجاویز خلوص پر مبنی ہوں گی، لیکن جماعت کے مالی قربانی اور جماعت کے نظام پر ان کے تبصروں نے میری امیدوں کو چکنا چور کر دیا۔

اگر جناب ناجی کو کوئی شک ہے تو میں ایک بار پھر یہ بات دہرانا چاہوں گی کہ ہم احمدی مسلمان دل سے جانتے ہیں کہ چندہ ایک نعمت ہے بوجھ نہیں۔ اگر آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی نعمت یا لذت سے ناواقف ہیں تو مجھے افسوس ہے۔ ہمارے لیے چندا کا نہ لینا سزا ہے انعام نہیں۔ خلافت ایک عظیم الشان نعمت ہے جو ہمیں عطا کی گئی ہے اور ہم اس کی حیثیت اور اہمیت کا ادراک رکھتے ہیں۔ ہم خلافت کے امین ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ آپ احمدیوں کے حوالے سے پاکستان میں کسی تبدیلی کو ہوتا نہیں دیکھتے۔ تاہم ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے، لوگوں پر نہیں۔ ہم بے بس محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ہے قادر مطلق یار میرا تم میرے یار کو دو

جب اللہ چاہے گا تبدیلی آئے گی۔ ہمارے لیے فکرمند ہونے کے لیے آپ کا شکریہ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ تاہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ہماری زندگی اور ہمارا سب کچھ ہے۔ ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو پہلے زمانے میں مکہ والوں کے ہاتھوں بہت شدید ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم ان کے پیرو ہیں اور آخری زمانے میں صحابہ کے نقش قدم پر ہیں۔ یہ ظلم وستم ہماری سچائی کی گواہی دیتا ہے کیونکہ خدائی جماعتوں کو مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آپ نے سچ کہا کہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہم اللہ پہ توکل رکھتے ہیں۔ ہم اللہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہیں ہمیں انسانوں پہ بھروسہ نہیں۔

ایڈیٹر کے نام خطوط

• مکرمہ امۃ الباری ناصر۔امریکہ سے لکھتی ہیں:

محبتوں میں پلے پوسے سعید احمد رفیق صاحب کا مضمون بہت ایمان افروز، سبق آموز اور دلچسپ طریق پر لکھا ہوا ہے۔ بہت سے عزیزوں کو بھیجا سب نے شوق سے پڑھا اور اچھے تأثرات کا اظہار کیا۔ یہ بھی احمدیت کا اعجاز ہے کہ جماعت کا ہر فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ حضور انور کو پیار کرتا ہے اور حضور انور سب سے زیادہ اس سے پیار کرتے ہیں۔ کسی کو حضور کی ایک نظر ایک جملہ کی کوئی اظہار تعلق نصیب ہو جائے وہ ساری عمر اس سرمائے کو سینے سے لگائے رکھتا ہے۔ مربیان کرام سے حضور کا پُر لطف خصوصی مشفقانہ سلوک قابل تشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ٹھنڈے میٹھے سائے کو سلامت رکھے۔ آمین اللّٰھم آمین

• مکرمہ خالدہ نزہت۔آسٹریلیا سے لکھتی ہیں:

چند روز قبل کی اشاعت میں ’’بعض قرض کبھی اتارے نہیں جا سکتے‘‘ عنوان کے تحت جو مضمون پڑھنے کو ملا وہ بہت ہی دل گداز تھا۔ آپ نے آسان اور سادہ پیرائے میں اتنے پیارے انداز میں ماں کے پیار کو اجاگر کیا۔ ماشاء اللہ

15 اور 16 فروری کی الفضل کی اشاعت میں دو قسطوں میں جو مربی سعید احمد رفیق کی ڈائری بعنوان ’’محبتوں میں پلے پوسے انسان کی کہانی‘‘ پڑھ کر مربی صاحب کی قسمت پر رشک آیا کہ کیسے خوش قسمت انسان ہیں جو حضور انور کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

• مکرمہ ثمرہ خالد۔جرمنی سے لکھتی ہیں:

مورخہ 11 فروری کے شمارہ میں ’’مطالعہ کتب‘‘ قابلِ رشک و قابلِ تقلید روایات و واقعات کے ساتھ بہت دلچسپ مضمون تھا۔ یقیناً ہر کتاب دوست کے دل کے نہاں خانے میں یہ آرزو جنم لیتی ہے جس کو الفاظ کا جامہ حضرت مولوی غلام حسین رضی اللہ عنہ کی اس خواہش نے پہنایا ’’کہ دِل چاہتا ہے کہ میرے لئے ایسا مکان بنادیا جائے جس کی دیواریں کتابوں کی بنی ہوں‘‘

یوں تو فی زمانہ انٹرنیٹ پر کتابیں پڑھنے کی سہولت موجود ہے لیکن کتاب سے پیار کرنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مطالعہ کی جو پیاس، کتاب کو ہاتھ میں پکڑ کر اُس سے تعلق باندھ کر بجھتی ہے وہ دورِ جدید کی ان سہولیات سے ممکن نہیں۔

12 فروری کی اشاعت میں اداریہ ’’بعض قرض کبھی نہیں اتارے جا سکتے‘‘ ماں کی عظمت کو بہترین خراجِ تحسین تھا۔ درحقیقت صرف ایک یہی رشتہ ہے جو ہر قسم کے منفی جذبہ سے پاک، بے غرض و بے لوث محبتیں لٹانے والا اور اولاد کے حق میں ہمیشہ مجسم دعا ہوتا ہے۔ خاکسار کی والدہ محترمہ آج سے 25 سال قبل کینسر کے سبب وفات پا گئیں تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کے پاس وقت کم ہے تو وہ ہمارے لئے ہمہ وقت مجسم دعا بن گئیں۔ اس سوچ کے ساتھ کہ اپنے کمسن بچوں کے لئے دعاؤں کا خزانہ چھوڑ جاؤں۔ عاجزہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ ان کی بیماری اور تکلیف دہ وقت میں دل وجان سے ان کی خدمت کی توفیق ملی۔ (الحمد للہ علی ذلک)

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو والدہ کے مقام کو سمجھتے ہوئے ان کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ہر ماں کو اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔ آمین

• مکرم رفیع احمد قریشی لکھتے ہیں:

چند روز قبل کی اشاعت میں شائع کردہ مضمون ’’بعض قرض کبھی اتارے نہیں جا سکتے‘‘ کا دو دن تک طبیعت پر بہت اثر رہا۔ اب کچھ بہتر محسوس کیا تو لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ آپ کے قلم نے جس رنگ میں ’’ماں‘‘ کی بچوں کے لئے بے لوث محبت، خدمت، تربیت کا ذکر کیا اس سے مجھے ماں کے حوالے سے ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک ماں کے بارے میں پڑھا تھا کہ جب وہ بستر مرگ پر تھی تو اپنے شوہر سے کہا کہ اگر میں شام تک مرجاؤں تو میری تدفین بعد میں کرنا۔ پہلے بچوں کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے بھیجنا۔ ان کی چھٹی نہیں ہونی چاہئے۔ ایک احمدی ’’ماں‘‘ کا نمونہ ہے۔

مجھے میری دادی جان نے پالا۔ ان کی گود میں میرا بچپن گزرا۔ گو کہ کئی سال بیت گئے مگر میں دعا کے لئے قبرستان لازمی جاتا ہوں اور ان کے بلندی درجات اور مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

مجھے اپنی ماں سے بھی بہت محبت ہے۔ اور آج بھی ان کے آخری ایام یاد کرتا ہوں تو غمزدہ ہو جاتا ہوں۔ اپنے آخری ایام میں جب وہ بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھیں تو باوجود یہ کہ وہ کسی کو نہیں پہچان پاتی تھیں مگر مجھے پہچان لیا اور کہا ’’میرا رفیع‘‘ آ گیا۔

اور اگلے ہی روز ان کا انتقال ہو گیا گویا وہ میری ہی منتظر تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ماؤں کے درجات بلند کرتا رہے جو اپنی اولاد کو داغ مفارقت دے گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان مرحوم ماؤں کی نیکیاں اولادوں میں جاری و ساری رکھے۔ اور ایسی مائیں جن کا سایہ اپنی اولادوں پر موجود ہے اللہ ان کی عمر میں برکت ڈالے۔ اولادوں کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے اقبال کو بلند کرتا چلا جائے۔ اللہ ان کی اولادوں کو ماؤں کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین اللّٰھم آمین

(ادارہ)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store GET IT ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 جدید ایڈیشن)

یہاں ایک وضاحت بھی کر دوں کہ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حدیث کو ترک کرو اور قرآن کو پڑھو۔ لیکن دوسری جگہ فرمایا ہے کہ احادیث اگر قرآن کریم کے تابع ہیں تو ان کو لو اور دوسریوں کو ردّ کرو صرف احادیث کے اوپر نہ چلو۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 454)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے پیغمبر خدا ﷺ کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتدا میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے ان کے حصے میں نہ آیا تھا‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 409 جدید ایڈیشن)

پس آج بھی ہماری فتح قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور احمدیت کے غلبہ کے نظارے ہمارے نزدیک تر کرے۔

(خطبہ جمعہ 11/ستمبر 2009ء۔ الفضل انٹرنیشنل جلد 16شمارہ 40 مورخہ 2 اکتوبر تا 8 اکتوبر 2009ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

جنت کا دروازہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

قابل رشک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور پھر اس کے برمحل خرچ کرنے کی غیر معمولی توفیق اور ہمت بخشی۔

(بخاری)

پھر فرمایا:

جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام ’’باب الصدقہ‘‘ ہے جہاں سے صدقہ و خیرات کرنے والے داخل ہوں گے۔

(مسلم)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

احساس کمتری

احساس کمتری ایک ایسا نفسیاتی مرض ہے کہ جسے شکست خوردہ ذہنیت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے نتائج میں انسان خود کو دوسروں سے حقیر اور ناکام خیال کرتا ہے۔ کئی دفعہ لوگ دوسروں کی خامیاں منہ پر بیان کرنے لگ جاتے ہیں یا ناکامیوں اور چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر مایوس کن فقرات کہنے لگ جاتے ہیں جو انتہائی نامناسب اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں امید، رجاء، اور خود اعتمادی پیدا کرنے والے جذبات پیدا کرو نہ کہ پست ہمتی پیدا کر کے انہیں ذلت میں دھکیل دو۔

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

25فروری2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:28	18:23
مدینہ منورہ	05:30	18:22
قادیان	05:39	18:23
ربوہ	05:19	18:03
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:27	17:36

فقہی کارنر

بچے کے کان میں اذان

حکیم محمد عمر صاحب نے فیروز پور سے دریافت کیا کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کے کان میں اذان کہتے ہیں۔ کیا یہ امر شریعت کے مطابق ہے یا صرف ایک رسم ہے؟

فرمایا:۔ ’’یہ امر حدیث سے ثابت ہے اور نیز اس وقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور حالات پر ایک اثر رکھتے ہیں لہذا یہ رسم اچھی ہے اور جائز ہے۔‘‘

(بدر 28 مارچ 1907 صفحہ 4)

(داؤد احمد عابد۔مربی سلسلہ برطانیہ)